بیاد: حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ

دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ نقوش اسلام

VOL.No.11	اکتوبر/نومبر ۲۰۱۶ء (Oct.Nov2016) محرم/صفر ۱۴۳۸ھ	Issue.No.8,9

مجلس سرپرستان

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری
پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
مولانا بلال عبدالحئی حسنی ندوی، مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد احمد صالح جی، الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا حافظ محمد ایوب، مولانا حسن مرچی، مولانا محمد زکریا پٹیل
مولانا یحییٰ بام، مولانا رشید احمد ندوی، مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر
محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی
ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood_azizinadwi@yahoo.co.in
www. nuqoosheislam.com , www. mifiin.org
ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفر آباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ ۲۰/روپے
سالانہ ۲۴۰/روپے
خصوصی ۵۰۰۰/روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۵۰/ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

منیجر توسیع واشاعت: قاری محمد صالحین
Mob: 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTEDAT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

iles\A017.TI not found. Files\A025.TIF not found. iles\A017.TI not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
ہندوستان دوبارہ سونے کی چڑیا بن سکتا ہے!	محمد مسعود عزیزی ندوی	
حالات حاضرہ		۵
جمہورت کی بدلتی تصویر	مولانا انیس احمد ندوی	
حقائق		۷
ایک مثالی معلّم کی کہانی شاگرد کی زبانی	مولانا محمد اکرم ندوی، لندن	
انجام کار		۱۲
مجھ پر موت کے بعد کیا بیتی؟	پیشکش: محمد عبداللہ سعودی عرب	
دعوت اصلاح		۱۹
اللہ کے عرش کے سائے میں کون لوگ ہونگے؟	محمد مسعود عزیزی ندوی	
تعارف وتبصرہ		۲۲
میرے شیخ ومرشد مفکر اسلام	مولانا محمد اکرم ندوی، لندن	
تجزیہ		۲۶
نقوش اسلام......ایک تابندہ نقش	مولانا محمد ریاض ندوی	
جائزہ		۲۹
گداگری اسلام میں ناپسندیدہ عمل	مولانا کبیرالدین فاران	
یاد رفتگاں		۳۱
محمود عارف ندوی مرحوم	مولانا فتح محمد ندوی، دہلی	
فضائل		۳۳
شکر کی فضیلت قرآن وحدیث کی روشنی میں	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرہ		۳۸
نئی کتابوں پر تبصرے	محمد مسعود عزیزی ندوی	

گوشۂ والد

از: ۳۹ تا ۴۸

عناوین	مضمون نگار
اجمالی تعارف	
حضرت حافظ عبدالستار عزیزیؒ	حمیداللہ قاسمی کبیرنگری
جاری ہے روشنی کا سفر میرے بعد بھی	مولانا حبیب اللہ قاسمی
حافظ صاحب گوناگوں صفات سے متصف	مولانا محمد یعقوب ندوی
اہل تعلق کے تعزیتی خطوط	محمد مسعود عزیزی ندوی

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۲۴۰ر روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔(ادارہ)

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	............۳۰۰۰
// // اول اندرونی	// //	............۲۵۰۰
// // آخر اندرونی	// //	............۲۰۰۰
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	............۱۰۰۰
آدھا صفحہ اندرونی		............۶۰۰
۱/۴ صفحہ //		............۴۰۰

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

ہندوستان دوبارہ سونے کی چڑیا بن سکتا ہے!

محمد مسعود عزیزی ندوی

ہندوستان ایک ایسا جمہوری اور سیکولر ملک ہے، جہاں پر مختلف تہذیبوں، ثقافتوں، کلچروں اور مختلف ادیان ومذاہب کے ماننے والے پائے جاتے ہیں، یہاں طرح طرح کے خیالات، افکار ونظریات کے لوگ رہتے ہیں، یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی مثال پوری دنیا میں دی جاتی ہے، یہاں کا ہر باشندہ اپنی جمہوریت اور سیکولرزم پر ناز اور فخر کرتا ہے، ہندوستان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس چمن میں مختلف قسم کے پھول کھلتے اور مہکتے ہیں، اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس ملک کو ’’سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا‘‘ جیسا طمغہ دیا تھا، گویا کہ ساری دنیا سے اچھا ہمارا ہی ملک ہے، اسی لئے آئین ہند میں یہ بات درج ہے کہ ہندوستان ایک سیکولر اور جمہوری ملک ہے، یہاں پر ہر شخص کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی کھلی اجازت ہے۔

اب اگر کوئی اس ملک میں کسی کے مذہب، کسی کے قانون، کسی کے طور طریقے اور کسی کی شادی بیاہ میں دخل اندازی کرتا ہے، یا کسی کے ذاتی قانون یا پرسنل لاء میں چھیڑ چھاڑ یا ترمیم کی بات کرتا ہے، تو گویا کہ وہ آئین ہند کی مخالفت اور ناقدری کرتا ہے، مسلمان بھی چونکہ اس ملک کی ایک اکائی ہیں، جن کا دستور، جن کا مذہب آسمانی اور اللہ تعالی کا عطا کردہ ہے، مذہب اسلام کے قوانین اور اس کی ہدایات وتعلیمات عین انسانی طبیعت اور اس کے ذوق ومزاج کے مطابق ہیں، اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے قرآن وحدیث کی روشنی میں جو دستور اور قانون ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی، کیونکہ اللہ تعالی نے اس کو اکمل اور مکمل، ہر زمانہ، ہر جگہ اور ہر دور کے لئے بنایا ہے۔

اب اگر اس قانون خداوندی میں کوئی تبدیلی کی بات کرتا ہے، تو وہ دو گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے، ایک تو وہ ملک کے آئینی حقوق کو چھیننا چاہتا ہے، دستور ہند کے ساتھ کھلواڑ کرنا چاہتا ہے، اور دوسرے وہ خالق کون ومکاں کے دستور وقانون میں کمی نکالتا ہے، اور اسے ناقص ٹھہراتا ہے، جس کو کوئی بھی مسلمان ہی نہیں بلکہ عقل ودانش والا انسان پسند نہیں کرے گا، اس لئے چاہے طلاق ثلاثہ کا مسئلہ ہو یا مسلم پرسنل لاء کا، اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے، اس میں تبدیلی چاہنے والے کو اپنے دماغ اور سوچ کو بدلنا ہوگا، اور پھر یہ بھی بات یاد رکھنے کی ہے کہ کسی ملک کو ترقی یافتہ ملکوں کی صفوں میں کھڑا کرنے کے لئے یا ترقی یافتہ کہلانے کے لئے کسی کے پرسنل لاء، کسی کے مذہب کے ساتھ کھلواڑ کرنے، کسی کو دکھ تکلیف دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ ملک کو ترقی یافتہ ملکوں

میں شامل کرنے کیلئے ملک کے عوام کو سہولیات اور روزمرہ کی ضروریات بہم پہنچانا ضروری ہے، نیز سڑکوں کا، بجلی کا، پانی کا صحیح اور عمدہ انتظام ضروری ہے، آبادی میں صفائی ستھرائی کا اہتمام اور گلیوں کا پانی انڈر گراونڈ کرنے کی ضرورت ہے، اور جملہ ترقی یافتہ ملکوں میں جو سہولیات ہیں، ان کو اپنانے میں ہندوستان کے عوام کی اور ملک کی ترقی ہے، جب ملک ترقی کرے گا، تو عوام میں محبت اور بھائی چارگی بڑھے گی، اور جب بھائی چارگی بڑھے گی تو اتفاق واتحاد قائم ہوگا، اور جب اتفاق واتحاد قائم ہوگا تو ملک خود بخود مضبوط اور طاقتور ہوگا، جس سے ملک میں خوشحالی آئے گی، یہ بات ذہن نشین کرنی ضروری ہے کہ اگر ملک میں محبت و بھائی چارہ نہیں ہوگا، ایک دوسرے سے ہمدردی نہیں ہوگی، آپس میں چپقلش اور آپس میں تناؤ ہوگا تو دوریاں پیدا ہوں گی اور ملک کا امن وامان تباہ و برباد ہوتا رہے گا، ملک ترقی کے بجائے تنزلی کا شکار ہوگا، کیونکہ جو طاقت ملک کو ترقی پہچانے اور خوشحال کرنے میں لگنی تھی وہ منفی کاموں اور خرافات میں لگے گی، جس سے ملک کا امن ختم ہوگا، جھگڑے ہوں گے، جان ومال کا نقصان ہوگا، اور ہمارا پیارا ملک پیچھے چلا جائے گا۔

لیکن افسوس صد افسوس آج ہمارا ملک ہزار خوبیوں کے باوجود بھی دوسروں کی نگاہوں میں بے قیمت ثابت ہوتا جارہا ہے، کیونکہ اس ملک میں فرقہ پرستی اور تعصب پرستی نے اپنا ڈیرا جما رکھا ہے، اسی لئے ہر فرقہ کا آدمی دوسرے فرقہ کے آدمی کو دیکھ کر جلتا ہے، اس کی طرف سے دل میں نفرت رکھتا ہے، جبکہ کبیر داس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا ''ہندو مسلم، سکھ عیسائی، آپس میں سب بھائی بھائی''، مگر آج ہندوستان کے حالات خراب سے خراب ہوتے جارہے ہیں، کہیں مسلم پرسنل لاء کو بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے، تو کہیں چھوٹی چھوٹی باتوں میں خون کی ہولیاں کھیلی جارہی ہیں، گویا کہ تعصب پرستی نے ملک کے آئین اور دستور کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

اس لئے سبھی وطن کے باشندوں سے گزارش ہے کہ اس پیارے ملک میں آگ نہ لگاؤ، اس میں امن و بھائی چارہ کی سیاست کی جائے، محبتیں بانٹی جائیں، پیار بانٹا جائے، ایک دوسرے کے درد وغم اور دکھ وتکلیف میں کام آیا جائے، مذہب کے سلسلہ میں سب کو اپنے مذہب کے مطابق کام کرنے دیا جائے، یہ کام تو ملک کے دشمن انگریزوں کا تھا کہ آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو، وہ تو ساٹھ ستر سال پہلے ہندوستان سے چلے گئے تھے تو پھر اب کون ان کا ہمنوا ہے؟ جو اس طرح کی سیاست کررہا ہے، امید ہے کہ اگر آپسی بھائی چارہ کو فروغ ملا تو یہ ملک دوبارہ سونے کی چڑیا بن جائے گا، جس میں اللہ تعالی نے بے شمار خزانے رکھے ہیں، اے لوگو! اللہ تعالی نے آپ لوگوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، پھر تمہیں خاندانوں، قبیلوں، برادریوں میں تقسیم کردیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، یہ تمہارا الگ الگ برادریوں اور الگ فرقوں میں ہونا نفرت کیلئے نہیں بلکہ یہ ایک دوسرے کو پہچاننے کیلئے ہے، اور اللہ تعالی کے نزدیک تم میں وہی زیادہ باعزت، صاحب حیثیت ہے جو اللہ تعالی کا سب سے زیادہ لحاظ کرنے والا ہوگا۔

حالاتِ حاضرہ

جمہوریت کی بدلتی تصویر

مولانا انیس احمد ندوی

ملک میں سلطنتوں کے قیام سے پہلے انارکی ہی کا راج تھا، صرف Might is Right جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول ہی دنیا میں رائج تھا، جب سلطنتوں کا قیام ہوا تو گو یا طاقتور انسانوں کو طوق وسلاسل ڈال کر پابند بنایا گیا، لیکن انسان جیسے ہی موقع پاتا ہے پھر اپنی اسی طبعی انارکی کی طرف لوٹ آتا ہے، سلطنتوں کا قیام مختلف شکلوں میں ہوا، بادشاہت کی شکل میں، چند لوگوں کی حکومت جسے Aristocracy کا نام دیا گیا اور عوامیہ یا جمہوریہ حکومت کی ان تینوں قسموں کے مابین جمہوریت کو سب سے زیادہ پسند کیا گیا، دنیا کے اکثر ممالک میں اس وقت جمہوریت کی کوئی نہ کوئی شکل پائی جاتی ہے، لیکن حکومت خواہ کسی طرز کی ہو سب حکومت میں عوام کی سرشت میں پائی جانے والی انارکی اور اپنی طاقت کا سکہ بٹھانے کا شوق ہمیشہ سر اٹھاتا رہتا ہے، اور جمہوریت میں اس انارکی کا پھیلنا اور پھیلانا دونوں ہی کچھ زیادہ آسان ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ انارکی کی کئی قسمیں ہیں، ایک وہ جو عالمی طاقتیں اپنی طاقت کے زعم، نیز عصبیت وغرور سے چور ہو کر دوسری اقوام کے اندر بدامنی پھیلا کر حکومت کرتی ہیں، دوسری جو ہر ملک میں اندرونی مسائل، خلفشار و بدامنی میں پائی جاتی ہے۔

ہندوستان میں دفاقی طرز جمہوریت ہے اور کسی قدر مضبوط اور مستحکم بھی، اس کے باوجود ہمارے یہاں جمہوریت Mobocracy کا شکار ہے، جس کا اصل مطلب انبوہ گردی ہے؛ لیکن ہم اسے بے لگام عوام یا عوام کا کسی کے اوپر اچانک ٹوٹ پڑنا، جیسی تعبیروں سے اس کے مطلب کو واضح کر سکتے ہیں۔

انارکی کی ایک قسم تو وہ ہے جس کا مشاہدہ بھوپال جیل میں کیا گیا، یہ انارکی حکومت کی کسی غلط پالیسی کی وجہ سے یا حقوق کو غصب کرنے والے ظالمانہ رویہ اور طرز عمل کی وجہ سے وجود میں آتی ہے، لوگ سڑکوں پر اتر آتے ہیں، قانون اپنے ہاتھ میں لے کر بد دیانتی، لوٹ مار، فساد وغارتگری کرتے ہیں، دوسری قسم وہ ہے جسے علیحدگی پسند جنگجو پیدا کرتے ہیں، یہ انارکی بھی حکومت کی طرف سے حقوق کی پامالی عدم فراہمی اشیاء وخدمات، پیدائش زر کے مواقع فراہم نہ کرنے کی وجہ سے، بھاری ٹیکس عائد کرنے کی وجہ سے وجود میں آتی ہے، بعض مرتبہ ان کے کچھ خاص اہداف ہوتے ہیں، مثلاً وہ اپنا علیحدہ ایک صوبہ بنانا چاہتے ہیں، یا حقوق کی بازیابی چاہتے ہیں، اس طرح کے علیحدگی پسند یا جنگجو جب منظم شکل اختیار کر لیتے ہیں تو معاشرہ میں زبردست انتشار پیدا کرتے ہیں، اس طرح کی بہت ساری تنظیمیں ہندوستان میں پائی جاتی ہیں، ماؤنواز وغیرہ یہ ساری تنظیمیں اپنے اہداف کے لیے زبردست تباہی مچاتی ہیں، حکومت کی املاک تباہ وبرباد کرتی ہیں، یہ انارکی اور انتہا پسندی کی ایک ایسی شکل ہے جسے ہر حال میں حکومت کو کنٹرول کرنا چاہئے، تاہم اسے ہم لاقانونیت اور Lawlessmess ہی سے تعبیر کریں گے۔

جمہوریت کے عناصر:

جمہوریت کا اصل چہرہ مسخ ہوتا جا رہا ہے، یہ حقیقت ہے کہ جس جمہوریت کا خواب ابراہیم لنکن نے دیکھا تھا وہ جمہوریت خود ان کے ملک میں نہیں ہے، ہمارے ملک میں آزادی کے لیڈروں نے جس جمہوریت کا خواب دیکھا تھا، وہ خواب مکمل طور پر شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا، آئے دن ایسے واقعات پیش آتے ہیں جو جمہوریت کے چہرہ پر ایک بدنما داغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جمہوریت کی سب سے اچھی تعریف وہی ہے جو ابراہیم لنکن سے منسوب کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے Democracy is the government of people. by the people for the people جمہوریت اس طرز حکومت کو کہتے ہیں، جو لوگوں کی ہو اور لوگوں کے ذریعہ وجود میں آئے اور وہ لوگوں کے لیے کام کرتی ہو۔

معلوم ہوا کہ جمہوریت کے تین بنیادی عناصر ہیں، پہلا یہ کہ لوگوں کی حکومت ہو یعنی منتخب ممبران جو پوری عوام کے نمائندے ہوتے ہیں اور دوسرا یہ کہ عوام کے ذریعہ یعنی Free & Fair (آزادانہ اور صحیح طریقہ پر) الیکشن کے ذریعہ ان ممبران کو چنا گیا ہو اور تیسرا یہ کہ وہ لوگ (منتخب ممبران) عوام کی فلاح و بہبود ان کی ترقی، مواقع، وسائل وغیرہ کی فراہمی کے لیے کام کریں، اگر ان عناصر میں کہیں بھی گڑبڑی پیدا ہوتی ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ جمہوریت کی عمارت ڈگمگا رہی ہے، اب آپ اس تعریف کی رو سے جائزہ لیں تو یہ بات بآسانی واضح ہو جائے گی کہ کیا ہم لوگ ایک صحیح جمہوریہ میں زندگی گزار رہے ہیں؟ کیا نمائندے بالکل صحیح طریقہ پر چنے جاتے ہیں، اگرچہ الیکشن کمیشن کے ذریعہ بڑی حد تک الیکشن میں ہونے والی بے ایمانی کی روک تھام کر لی گئی ہے، اس کے باوجود بھی الیکشن اور اس کی تنفیذ میں Muddling & Rigging بے ایمانی اور گڑبڑی کی خبریں آتی رہتی ہیں، کیا منتخب نمائندے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتے ہیں یا زیادہ تر اپنی فلاح و بہبود، اپنی ترقی اور اثاثہ واملاک اکٹھا کرنے کے لیے تن من دھن سے لگے رہتے ہیں، اگر منتخب نمائندے عوام کے بجائے صرف اپنی ترقی کے لیے کوشاں رہیں تو یہ بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ ہم ایک صحیح جمہوریہ میں زندگی نہیں گزار رہے ہیں۔

اس کے علاوہ جمہوریت کا لازمی عنصر سیکولرزم ہے، سیکولرزم کا مطلب حکومت، معاشرہ، تعلیم اور ملک کے دیگر بندوبست میں مذہب کا دخل نہ ہو، یعنی حکومت کا اپنا کوئی مذہب نہ ہو، ہاں احترام وعزت سارے مذاہب کی ہو، اسی طرح ملک کے ہر شہری کو اپنا پسندیدہ مذہب اختیار کرنے کی اس کی تبلیغ واشاعت یہاں تک کہ اس کے لیے تنظیم و جماعت اسکول، عبادت گاہ، دعوتی مراکز وغیرہ کے قیام کی بھی اجازت ہو اور یہ سب اسی وقت پوری آزادی کے ساتھ ممکن ہے، جب کہ حکومت کا اپنا کوئی مذہب نہ ہو کیونکہ اگر حکومت کا کوئی مسلک یا مذہب ہوگا تو طبعاً اس کی طرف حکومت کا میلان ہوگا نتیجتاً دوسرے مذاہب کے ساتھ متعصّبانہ سلوک کے امکانات بڑھ جائیں گے۔

مشہور یونانی فلسفی ارسطو نے ملک کے اقسام کے سلسلہ میں یہ رائے ظاہر کی تھی کہ مملکت کے اقسام کا انحصار حکومت میں لوگوں کی تعداد پر ہے، اگر ایک شخص کی حکومت ہو تو بادشاہت ہے، اگر کئی لوگوں کی حکومت ہو تو اشرافیہ (یعنی چند ممتاز لوگوں کی حکومت) ہے اور اگر ایک منظّم جماعت حکومت کرے تو اس Polity کہتے ہیں، اسی کو ہم جمہوریہ یا عوامیہ کہہ سکتے ہیں، ان سب طرز حکومت میں جمہوریت پسندیدہ طرز حکومت ہے اس میں لوگوں کے حقوق زیادہ محفوظ ہوتے ہیں اور ان کے جذبات، مذہبی، لسانی، ثقافتی، نیز قومی یہاں تک کہ پسند و ناپسند کا بھی خیال کیا جاتا ہے، لیکن کونسی جمہویت؟ وہ جمہوریت جو سیکولر ہو، وہ جمہوریت جو عوام الناس کی ترقی، ان کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں ہو، جو ان کے حقوق کی پاسبانی کرے، وہ جمہوریت جو انہیں مذہبی آزادی عطا کرے وہ جمہوریت جو انہیں تحفظ فراہم کرے۔

جمہوریت اگر اپنے اصولوں پر قائم ہو تو اس سے بہتر کوئی حکومت نہیں لیکن اگر وہ اپنے بنیادی اصولوں پر عمل پیرا نہ ہو اور عوام کی فلاح و ترقی کے لئے فکرمند نہ رہتی ہو، تو اس سے بدتر کوئی سرکار نہیں، ایسی حکومت لوٹ کھسوٹ، بے ایمانی اور بددیانتی کا ایک کھلا مرکز بن جاتی ہے، منتخب لوگ اپنی من مانی کرتے ہیں، لوگوں کے جذبات اور حقوق کا خیال نہیں کرتے، افسوس ہے کہ لاقانونیت پر جمہوری اداروں کا اچھی طرح کنٹرول نہیں ہے، لوگ بے قابو ہو کر سڑکوں پر نکل آتے ہیں، اور کسی مسئلہ کو عدالت میں لیجانے کے بجائے خود ہی فیصلہ کر لیتے ہیں۔

حقائق

ایک مثالی معلّم کی کہانی ایک شاگرد کی زبانی

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی آکسفورڈ یونیورسٹی، لندن، یوکے

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کی حضرت مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی سے متعلق ایک غیر شائع شدہ تحریر جواب سے دس پندرہ سال پہلے لکھی گئی تھی، قارئین کے افادے کے لئے پیش کی جارہی ہے۔(ادارہ)

آج اساتذہ اور مربیین کی کمی نہیں، مدرسین اور معلّمین کی ہر طرف بہتات ہے، مگر ماہر فن استاد، کامیاب مدرس، حاذق معلّم، اور قابل تقلید واتباع مربی کا وجو عنقاء ہے، جس مثالی معلم ومربی کا تذکرہ ان سطور میں مقصود ہے، اسے عنقاء پر بھی یک گونہ ترجیح وفوقیت ہے، عنقاء چار دانگ عالم میں مشہور ہے، استاذ اور مفخرہ معلّمین کی کہانی سنانے جارہا ہوں وہ نام اور سرمایہ حیات، اور گوشہ خمول اس کی عافیت گاہ ہے۔

استاذ محترم مولانا سید محمد واضح رشید ندوی سے میں نے کئی سال باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے اور مدتوں استفادہ کیا ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے جدائی کو تیرہ سال ہوگئے ہیں، لیکن آج بھی میرا دل مولانا کی محبت وعقیدت سے اسی طرح لبریز ہے، مولانا کی مجالس کی یاد ہمہ وقت ستاتی رہتی ہے، مادر علمی میں گزارے ہوئے وہ لمحات یاد آتے ہیں، جب کلاس روم میں ہم مولانا کے درس سے مستفید ہوتے، یا''الرائد'' کے دفتر میں مولانا کی گفتگو اور تبصروں سے لطف اندوز ہوتے، بلکہ اس سے زیادہ وہ گھڑیاں ستاتی ہیں جب ہم مولانا کی خاموشی اور سکوت سے فیضیاب ہوتے، مولانا کی ہر ادا، نشست وبرخاست، سکوت ونطق، تعلیم وتربیت کے دروس واسباق ہیں، ماضی کی یہ یاد کس قدر ناخن بدل ثابت ہورہی ہے: ؎

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

علم وحکمت، دانش وآگہی اور ادب وصحافت مولانا کی دلچسپی کا سامان ہیں، مولانا کی اٹھان ہی ایسی ہے کہ لکھنا پڑھنا زندگی کا ایک ضروری مشغلہ بن گیا ہے، بچپن سے علم وادب کی قدر اور زندگی کی تمام دوسری قدروں پر اس کی فوقیت کا احساس مولانا کے ریشہ ریشہ میں پیوست ہے، مولانا کے شجرہ میں دونوں طرف علم وحکمت اور روحانیت ومعرفت رہی ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ سلاسل عظام اور زبدۂ کرام ہیں، اور آپ کے دونوں شجرے برگ وبار ہیں، شاخ حسنی اور علوی، فرع محمدی اور اصل اسماعیلی وابراہیمی کے: ؎

اصل وفرع را کہ بینی حاصل یک مایہ اند
آفتاب وپرتوش از ہم جدا نتواں گرفت

عربی زبان وادب مولانا کا خاص موضوع ہے، درس وتدریس اور صحافت شغل شاغل ہے، آپ کا علم وفضل رشک اقران وامثال ہے، تحریر رواں اور ادیبانہ ہے، زبان میں بے ساختگی اور برجستگی ہے، اسلوب میں بیک وقت ایک ٹھہری ہوئی سنجیدگی اور سنبھلی ہوئی شوخی باہم ملی جلی پائی جاتی ہے، یہ اسلوب ایسا ہے کہ نازک سے نازک فکری، اجتماعی اور سیاسی مسائل پر بھی شگفتگی اور دلآویزی مولانا کا ساتھ نہیں چھوڑتی، میں نے مولانا کی اکثر تحریریں پڑھی ہیں، اور جب بھی کوئی نئی تحریر ملتی ہے پڑھے بغیر نہیں رہتا، یہ صرف میرا ہی حال نہیں بلکہ مولانا کی تحریروں سے دلچسپی لینے، لطف اندوز ہونے اور فائدہ اٹھانے میں بہت سے لوگ میرے شریک ہیں، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ

آپ کی تحریروں میں کیسی بے پناہ کشش ہوتی ہے، ادب مولانا کی زندگی کا کوئی تفریحی مشغلہ نہیں، بلکہ اسے ایک فطری اور مقدس منصب سمجھ کر انجام دے رہے ہیں، اپنی عربی دانی کو کمائی یا دنیاوی عزوجاہ کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا، بلکہ علم وہنر ہی مولانا کی زندگی ہے: ؎

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پرواہ

راقم جب ندوہ میں تھا طلب علم کی ایک لگن تھی اور پڑھنے لکھنے اور مطالعہ کرنے کی فکر تھی، مادرعلمی کا ہر استاد خوبیوں کا مجموعہ اور ہنروں کا گلدستہ تھا اور ہر طالب علم کو علم وہنر کا شوق تھا اور دن رات لکھنے پڑھنے کا ذوق: ؎

وہ لطف لب آب کہاں سے لاؤں
وہ دور مئے ناب کہاں سے لاؤں
ممکن ہے یہ اسباب بہم ہوں لیکن
وہ دوست واحباب کہاں سے لاؤں

مولانا شہباز اصلاحی مرحوم اور مولانا واضح صاحب کی علمی وادبی مجلسوں اور صحبتوں سے سیری نہیں ہوتی تھی، مولانا شہباز مرحوم ندوہ کے احاطہ میں رہتے تھے اور میرے ہاسٹل (رواق اطہر تیسری منزل) کے نگراں بھی تھے، جس کی وجہ سے مولانا کی طویل صحبت ہر وقت میسر آتی، لیکن مولانا واضح صاحب سے استفادہ کا موقعہ صرف کلاس روم میں، یا اگر کوئی گھنٹی خالی ہوتی تو ''الرائد'' کے دفتر میں ملتا، مولانا سے استفادہ کی عجب دھن سوار رہتی، مولانا کی صحبت سے اس قدر فیض حاصل ہوتا کہ بیٹھ کر اٹھنے جی نہ چاہتا، اور نہ ہی وقت گزر جانے کا احساس ہوتا، ان مجالس سے دل میں ایک ابھار، ایک حوصلہ اور ایک ابتہاج پیدا ہوتا:

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات میں اک انجمن ہیں

یہ مقالہ مولانا کے کارناموں اور مآثر کی تفصیل بیان کرنے کے لئے نہیں ہے، نہ ہی اس تحریر میں آپ کی تصنیفات ومقالات کا علمی وادبی تجزیہ مقصود ہے، یہ مضمون مولانا کی تعلیم وتربیت کے اسالیب اور نمونوں پر روشنی ڈالنے کی ایک معمولی کوشش ہے، تربیت وتعلیم کے تمام جوانب کا جائزہ آسان نہیں، یہاں صرف ان پہلوؤں کو پیش کرنے کی کوشش کررہا ہوں جنہوں نے مجھے بہت زیادہ متأثر کیا، نیت یہ ہے کہ معلمین واساتذہ ان مثالوں کی پیروی کریں۔

ھمہ گیری وفراغ دلی:

مولانا کی اہم خصوصیت علم کی وسعت وگہرائی ہے، آپ نے اپنا مطالعہ کبھی کسی ایک فکروخیال، یا ایک تہذیب وتمدن تک محدود نہیں رکھا، آپ کی فطرت ہے کہ کہاں سے کس سے کیا چیز لیں، اور کیا چھوڑ دیں ''خذ ما صفا ودع ما کدر'' کی حکمت آپ کے طرز عمل سے عبارت ہے، تعصب وگروہ بندی یا تنگ نظری کا یہاں گزر نہیں، فکر اسلامی کی تشریح کرتے وقت مولانا مودودی، سید قطب شہید، محمد مبارک، مالک بن نبی اور عالم اسلام کے دوسرے مفکرین کے خیالات اسی دلچسپی اور تفصیل سے پیش کرتے جس طرح مخدوم معظم مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی فکری اساسوں کا جائزہ لیتے، عصر حاضر کے ادباء کا تعارف کراتے، ان کی آراء وخیالات پر تنقید کرتے، طہ حسین کے فکری انحراف، احمد امین وغیرہ کی مرعوبیت کا تذکرہ کرتے، لیکن انصاف کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ جاتا، طہ حسین کی ''علی ہامش السیرۃ''، ''الایام'' اور ''حدیث الاربعاء'' وغیرہ مصطفیٰ لطفی منفلوطی کی ''نظرات'' و''عبرات'' اور احمد امین کی ''فجر الاسلام''، ''ضحیٰ الاسلام''، ''ظہر الاسلام'' اور مجموعہ مقالات ''فیض الخاطر'' ہم لوگوں نے مولانا ہی کے مشورہ سے پڑھیں، مولانا کی تربیت ورہنمائی کا یہ اثر رہا کہ طہ حسین کے انحراف، یا احمد امین وغیرہ کی مرعوبیت کا ہم طلبہ نے کبھی کوئی اثر نہیں لیا، مولانا کے مزاج وکردار کی اس ہمہ گیری، فراخ دلی اور حقیقت آشنائی کی مثال بہت کم ملے گی۔

علمی وادبی نفع رسانی:

مولانا کے درس کی اہم خصوصیت افادہ ونفع رسانی ہے، مولانا کے ہر درس میں عقل ودماغ کو نئے مواد ملتے، ہر مجلس میں علم وادب کی نئی

راہیں معلوم ہوتیں اور ہر صحبت میں اخلاق وروحانی تربیت کا نیا سامان بہم ہوتا، نہ کہیں تکرار مہمل، نہ ہی علم وادب کی سطح سے فروتر کوئی گفتگو، اور نہ ہی اخلاق وشائستگی سے دور کوئی تبصرہ ہوتا، میں نے استاد مرحوم مولانا ابوالعرفان ندوی سے ایک بار استفسار کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ندوہ کے قدیم طلبہ اور فارغین جب یہاں آتے ہیں اور اتنی عقیدت ومحبت سے آپ سے ملاقات کرتے ہیں تو مولانا نے فرمایا کہ اس کے دو اسباب ہیں: ایک تو یہ کہ جب میں درس دیتا ہوں تو طلبہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ کچھ اخذ کر رہے ہیں، اور نئی چیزیں سیکھ رہے ہیں، دوسرا سبب یہ ہے کہ جب انتظامی امور میرے ذمہ تھے میں نے ناانصافی اور انتقام سے احتیاط برتی، اگر کوئی طالب علم کسی ناجائز غرض سے میرے پاس آتا اس پر ناراض ہوتا اور اسے کوئی سزا دیتا، اور کچھ ہی دیر کے بعد اگر وہی طالب علم کسی جائز کام کے لئے آتا تو میں اس کا کام کردیتا اور اپنی پچھلی ناراضگی کو اس کے لئے مشکلات پیدا کرنے کا ذریعہ نہ بناتا، یہی طرز عمل ہے استاد محترم مولانا واضح رشید ندوی کا، میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ مولانا کا درس نئے نئے علمی وادبی فوائد پر مشتمل ہوتا ہے:

زبان واسلوب کی اصلاح:

زبان واسلوب کی اصلاح پر مولانا کو غیرمعمولی قدرت حاصل ہے عالمیت کے آخری سال میں ہمارا ''تعبیر'' یعنی عربی انشاء پردازی وتحریر کا مضمون مولانا کے ذمہ تھا، اس ایک سال میں عربی ترجمہ وتحریر کی جو مشق ہوئی، اسے میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا، مولانا ہمارے ترجموں اور مضامین کی اصلاح فرماتے، زبان واسلوب درست کرتے، زبان کی نزاکتوں کو واشگاف کرتے، الفاظ وتراکیب کے نکات وحقائق سمجھاتے، فکر اسلامی کے مختلف مکاتب ومدارس سے روشناس کراتے، اور عالمی مسائل پر بصیرت افروز تبصرے فرماتے، مولانا کے طریقہ اصلاح کا مجھ پر بڑا اثر ہے، بعد میں جب ''الرائد'' کے لئے کوئی ترجمہ کرتا تو مولانا کی اصلاح سے مستفید ہوتا۔

''الرائد'' میں شائع ہونے والے مضامین وترجمے جن طلبہ یا اہل علم کے ہوتے ہیں انہیں کے نام سے شائع ہوتے ہیں، مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ ان میں مولانا کا کتنا کام کتنا اہم حصہ ہوتا ہے، مولانا بہت محنت اور سلیقہ سے ترجموں اور مضامین پر نظر ثانی کرتے ہیں، نہایت دیدہ ریزی سے ان کو درست کرتے ہیں، اہل علم وادب پر مخفی نہیں کہ مفہوم کو برقرار رکھ کر دوسروں کی تحریروں کی اصلاح کرنا اوران کی زبان درست کرنا ہر کسی کا کام نہیں، ''الرائد'' میں اشاعت کے لئے جو ترجمے یا مقالے آتے ہیں ان میں سے اکثر غلطیوں کا انبار اور ژولیدہ بیانی کا طومار ہوتے ہیں، مولانا ہی ان کو اشاعت کے قابل بناتے ہیں، مولانا کی اہم خوبی یہ ہے کہ ہر ایک کا احترام کرتے ہیں اور غلطی کو غلطی سمجھتے ہیں، کسی شخص کی غلطی کو خواہ مخواہ اہمیت دے کر رائی کا پہاڑ نہیں بناتے، بلکہ معمولی اور ناقابل التفات کام سمجھ کر اسے درست کردیتے ہیں، سالوں مولانا کے قریب رہنے کا موقع ملا ہے، لیکن کبھی مولانا کی زبان سے یہ نہیں سنا کہ فلاں مضمون میں اس قدر غلطیاں تھیں یا فلاں مضمون یا ترجمہ کی میں نے اصلاح کی ہے۔

اس حقیقت کے اظہار میں کوئی تردد نہیں کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فارغین کی نئی نسل میں جو لوگ بھی عربی زبان میں کچھ لکھنا جانتے ہیں وہ بڑی حد تک ممنون ہیں مولانا کی تربیت کے، میں جب بھی عربی میں کوئی چیز لکھتا ہوں، اسے مولانا ہی کا فیض سمجھتا ہوں، اور دل چاہتا ہے کہ اپنے ہر نقش کو ابن طباطبا کے اس شعر کیساتھ مولانا کے نام معنون کروں: ؂

لاتنکرن اھداء نا لك منطقا منك استفدنا حسنه و نظامه
فاللّٰہ عزو جل یشکرفعل من یتلو علیه و حیه و کلامه

ہمت افزائی اور قدر دانی:

مولانا کی تربیت کا اہم پہلو طلبہ کی ہمت افزائی اور قدر دانی ہے، مولانا کو دیکھا ہے کہ پابندی کے ساتھ اردو، عربی اور انگریزی جرائد ومجلّات کا مطالعہ کرتے ہیں، ایک صحافی کی حیثیت سے مولانا کی یہ پیشہ ورانہ ذمہ داری بھی ہے، اس مطالعہ سے ایک طرف مولانا کی زبان

واسلوب ہمیشہ جدید اور معاصر رہتی ہے، دوسری طرف انگریزی اور اردو اخبارات میں جو چیزیں اس لائق ہوتیں کہ انہیں ''الرائد'' میں شائع کریں ان پر نشان لگا کر رکھ لیتے، اور ہم طلبہ کے حوالہ کرتے کہ ان کا ترجمہ کریں، ہم ان کا ترجمہ کرتے، پھر مولانا کی اصلاح کے بعد وہ ترجمے ہمارے ناموں سے شائع ہوتے ''الرائد'' میں اشاعت ہی ہم لوگوں کی بڑی ہمت افزائی ہوتی، اس پر مستزاد یہ کہ مولانا ہماری تعریف بھی فرماتے، مولانا کے توصیفی الفاظ بھی بہت جچے تلے ہوتے، مولانا کے تعریفی کلمات مشابہ نظر آتے ہیں امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے کلمات تعدیل وتوثیق کے، الفاظ کم، معانی زیادہ۔

بدگمانی سے پرھیز:

مولانا کے یہاں بدگمانی کا نام ونشان نہیں، مولانا نے ایک بار مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ندوہ کے ابتدائی زمانہ تدریس میں تخصص ادب عربی (ایم،اے) کی ایک گھنٹی آپ کے ذمہ تھی، اس کلاس میں ایک طالب علم جو ممتاز تھے، آپ سے جلد ہی مانوس ہو گئے، ایک بار آپ کلاس روم میں پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے تو تمام طلبہ ہنس رہے تھے، اس ہنسی میں یہ طالب علم بھی شریک تھے، آپ کو شبہ ہوا کہ یہ لوگ آپ کی کسی بات پر ہنس رہے ہیں اور اس سے آپ کو کچھ تکلیف بھی ہوئی، آپ نے درس شروع کیا، اثنائے درس میں بھی ان لوگوں نے ہنسنا شروع کر دیا، آپ کو ان طلبہ کے طرز عمل سے بڑی پریشانی ہوئی، درس ختم ہونے کے بعد آپ نے ان طالب علم سے جو آپ سے مانوس تھے، اس ہنسنے کی وجہ دریافت کی، انہوں نے عرض کیا کہ مولانا ہم آپ پر ہنسنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے، بات یہ تھی کہ آپ کی گھنٹی سے پہلے ہم اپنے ایک ساتھی سے مذاق کر رہے تھے اور اس کی کسی بات پر ہنس رہے تھے کہ اسی دوران آپ تشریف لے آئے اور آپ نے ہمیں ہنستے ہوئے دیکھا، آپ کے درس کے دوران اسی طرح کی بات آ گئی جس کی وجہ سے ہم اپنے ساتھی پر ہنس رہے تھے، بے ساختہ ہمیں پھر ہنسی آ گئی، مولانا نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اس کے بعد میں نے طے کر لیا کہ کسی سے بدگمانی نہیں کروں گا اور حق یہ ہے کہ مولانا نے اپنے اس عہد کو جس طرح نبھایا ہے اس کی نظیر بمشکل کہیں ملے گی، میں نے ندوہ کے طویل دوران قیام میں مولانا کو کبھی بدگمان ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، اور نہ ہی کسی سے مولانا کے متعلق اس طرح کی کوئی بات سنی۔

فضول سے اجتناب:

مولانا کے اوقات مشغول ہیں، آپ فضول گوئی اور مجلس آرائی سے پاک ہیں، یا پڑھنے پڑھانے اور استفادہ وافادہ کی مشغولیت یا پھر تحریر ومقالہ نویسی اور دوسروں کے مضامین وترجموں کے اصلاح ودرستگی سے مطلب، دوسروں کی عیب جوئی تو بہت دور کی بات ہے آپ کے یہاں ان مباح امور کی بھی گنجائش نہیں جو نہ دنیا میں سودمند اور نہ ہی آخرت میں کارآمد، علم وعبادت میں آپ کے اوقات اس طرح مصروف ہیں کہ خاطر مجموع اور حضور قلب میں کنج نشینوں اور گوشہ گزینوں سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔

مثالی زندگی:

ماہرین تعلیم وتربیت متفق ہیں کہ تعلیم وتربیت کے باب میں سب سے مؤثر چیز اسوہ حسنہ اور عملی مثال ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اس کی سب سے جامع اور مکمل مثال ہے، قرآن نے ایک طرف آپ کے حسن اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے کہا: "انك لعلى خلق عظيم" اور دوسری طرف آپ کے اسوہ کے اتباع کی دعوت دیتے ہوئے کہا: "لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة"۔

مولانا اس اسوہ نبویؐ کا بہترین نمونہ ہیں، آپ کی زندگی مثالی ہے، نماز واذکار کے پابند ہیں، زہد وتقوی شعار ہے، تواضع وانکسار مزاج پر غالب ہے، کم آمیزی وکم گوئی طبیعت ثانیہ ہے، عیب جوئی کا گزر نہیں، ریاکاری اور نام ونمود سے کوسوں دور، بلکہ اگر تصنع وبناوٹ کرنا بھی چاہیں تو بن نہ آئے، جبلت میں اخلاق حسنہ رچے بسے ہیں، حلم ومروت کا کچھ بیان نہیں، بغض وحسد کا نام ونشان نہیں ''سینہ چوں

آئینہ“ کی تصویر ہیں، اور ”ماھذا بشرا ، ان هذا الا ملك كريم“ کی تفسیر۔

پیکر آرائے ازل صورت زیبائے ترانقش
می بست وہم از ذوق تماشا می کرد

اس تواضع وانکسار اور مجموعہ اخلاص حسنہ کے باوجود طلبہ پر آپ کا رعب ہے، اور لوگ آپ کی تعظیم واحترام پر مجبور:

ہیبت حق است ایں ازخلق نیست

آپ کا طور ہی جدا ہے اور رنگ ڈھنگ ہی نرالا ہے، آپ کے یہ انفرادی اوصاف ماحول سے اس قدر مختلف ہیں کہ آپ ہر طبقہ اور ہرگروہ میں اجنبی معلوم ہوتے ہیں، صحیح معنوں میں غریب در وطن کی مثال ہیں: ؎

نہیں گفتار ہی عالم سے نرالی اس کی
طرز رفتار الگ، بندش دستار جدا

یہی نہیں بلکہ مجاہدے کے ساتھ آپ نے تمام نام موافق ماحول اور مخالف قوتوں اورکوششوں کے مقابلہ میں اپنی اصلی فطرت اور سالمیت قائم رکھی ہے، آپ کی مثالی زندگی مصداق ہے شوقی مرحوم کے اس مصرع کی: ؎

كاد المعلم ان يكون رسولاً

خوف طوالت سے اسی قدر پر اکتفار کرتا ہو، اس قدکشیدہ کی جوشرح کروں کم ہے، اک مصرعہ موزوں میں سو بیت کا مطلب تھا:

ماشئت قل فيه فانت مصدق
والفضل يقضى والمحاسن تشهد

Files\A027.TIF not found.

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اہم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو)
۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو)
۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ)
۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی)
۵- رہنمائے سلوک وطریقت ۶- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا
۷- الامامۃ فی الصلاۃ ومسائلہا واحکامہا
۸- التدخین بین الشرع والطب ۹- حیات عبدالرشید ۲۰۰/روپئے
۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ ۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ
۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ
۱۴- تذکرہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید
۱۶- مقالات ومشاہدات ۱۷- مکتوبات اکابر
۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول
۱۹- افکار دل (۳۰ رتقریروں کا مجموعہ)
۲۰- تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ
۲۱- مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ ۲۲- سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۳- میری والدہ مرحومہ (نقوش وتأثرات)
۲۴- قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت ۲۵- لڑکیوں کی اصلاح وتربیت
۲۶- تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوری
۲۷- نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا
۲۸- ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ
۲۹- تصوف اور اکابر دیوبند ۳۰- امامت کے احکام ومسائل
۳۱- فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات ۳۲- اللہ ورسول کی محبت
۳۳- ماں باپ اور اولاد کے حقوق ۳۴- عقائد اور ارکان اسلام
۳۵- سيرة النبي الأكرم ۳۶- میرے شیخ ومرشد مفکر اسلام
۳۸- القاديانية ثورة على النبوة المحمدية
Beliefs and Pillars of Islam-۴۰ Rules of Raising Funds -۳۹
The Laws Pertaining to Imamat -۴۱
The Rights of Perents and children -۴۲
Guidelines for Sulook and Tareeqat -۴۳
Tasawwuf and tha Elders of Deoband -۴۴
Life Sketch of Hadhrat Thanwi-۴۵
A Biography of the Noblest Nabi-۴۶

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

Mob: 09719831058 - 09719639955

انجام کار

پہلی قسط

مجھ پر موت کے بعد کیا بیتی ؟

ایک پراثر کہانی

پیشکش: محمد عبداللہ، سعودی عرب

ریاض جانے کے لئے ایک گھنٹہ پہلے گھر سے نکلا، لیکن راستے میں رش اور چیکنگ کی وجہ سے میں ائیر پورٹ لیٹ پہنچا، جلدی سے گاڑی پارکنگ میں کھڑی کی اور دوڑتے ہوئے کاؤنٹر پر جا پہنچا، کاؤنٹر پر موجود ملازم سے میں نے کہا مجھے ریاض جانا ہے، اس نے کہا کہ ریاض والی فلائٹ تو بند ہوچکی ہے، میں نے کہا کہ پلیز مجھے ضرور آج شام ریاض پہنچنا ہے، اس نے کہا کہ زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں ہے، اس وقت آپ کو کوئی بھی جانے نہیں دے گا، میں نے کہا اللہ تمہارا حساب کردے، اس نے کہا اس میں میرا کیا قصور ہے؟

بہرحال میں ائیر پورٹ سے باہر نکلا، حیران تھا کیا کروں، ریاض جانے کا پروگرام کینسل کردوں؟ یا اپنی گاڑی اسٹارٹ کرکے روانہ ہوجاؤں، یا ٹیکسی میں چلا جاؤں، بہرحال ٹیکسی میں جانے والی بات پر اتفاق کیا، ائیر پورٹ کے باہر ایک پرائیوٹ گاڑی کھڑی تھی، میں نے پوچھا کہ ریاض جانے کے لئے کتنا لوگے؟ اس نے کہا پانچ سو ریال، بہرحال ساڑھے چار سو ریال میں بڑی مشکل سے راضی کیا، اور اس کے ساتھ بیٹھ کر ریاض کیلئے روانہ ہوگیا، بیٹھتے ہی میں نے اس سے کہا کہ گاڑی تیز چلانی ہے، اس نے کہا فکر مت کرو، واقعی اس نے خطرناک حد تک گاڑی دوڑانا شروع کردی، راستے میں اس سے کچھ باتیں ہوئیں، اس نے میری جاب اور خاندان کے متعلق کچھ سوالات کئے اور کچھ سوال میں نے بھی پوچھ لیئے۔

اچانک مجھے اپنی والدہ کا خیال آیا کہ ان سے بات کرلوں، میں نے موبائل نکالا، اور والدہ کو فون کیا، انہوں نے پوچھا بیٹے کہاں ہو؟، میں نے جہاز کے نکل جانے اور ٹیکسی میں سفر کرنے والی بات بتادی، ماں نے دعا دی، بیٹے اللہ تمہیں ہر قسم کے شر سے بچادے، میں نے کہا: ''کہ انشاء اللہ! جب میں ریاض پہنچ جاؤں گا تو آپ کو اطلاع دے دوں گا''۔

قدرتی طور پر میرے دل میں ایک پریشانی چھا گئی اور مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی مصیبت میرا انتظار کررہی ہو، اس کے بعد میں نے اپنی بیوی کو فون کیا، میں نے اسے بھی ساری بات بتادی، اور اسے ہدایت کی کہ بچوں کا خیال رکھے، بالخصوص چھوٹی بچی کا اس نے کہا جب سے تم گئے ہو مسلسل آپ کے بارے میں پوچھ رہی ہے، میں نے کہا میری بات کراؤ، بچی نے کہا بابا آپ کب آئیں گے؟ میں نے کہا ابھی تھوڑی دیر میں آجاؤں گا، کوئی چیز چاہیئے ؟ وہ بولی ہاں میرے لئے چاکلیٹ لے آؤ، میں ہنسا، اور کہا ٹھیک ہے۔

اس کے بعد میں اپنی سوچوں میں گم ہوگیا، کہ اچانک ڈرائیور کے سوال نے مجھے چونکا دیا، پوچھا کیا میں سگریٹ پی سکتا ہوں؟ میں نے کہا بھائی تم مجھے ایک نیک اور سمجھدار انسان لگ رہے ہو، تم کیوں خود کو اور اپنے مال کو نقصان پہنچا رہے ہو، اس نے کہا، میں نے پچھلے رمضان میں بہت کوشش کی کہ سگریٹ چھوڑ دوں لیکن کامیاب نہ ہوسکا، میں نے کہا اللہ تعالی نے تمہیں بڑی قوت دی ہے، تم سگریٹ چھوڑنے کا معمولی سا کام نہیں کرسکتے، بہرحال اس نے کہا آج کے بعد میں سگریٹ نہیں پیوں گا، میں نے کہا اللہ تعالی آپ کو ثابت قدمی عطا فرمائے۔ آمین

مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس کے بعد میں نے گاڑی کے دروازے کے ساتھ سر لگایا کہ اچانک گاڑی سے زوردار دھماکہ کی آواز آئی، اور پتا لگا کہ گاڑی کا ایک ٹائر پھٹ گیا ہے، میں گھبرایا اور ڈرائیور سے کہا اسپیڈ کم کردو، اور گاڑی کو قابو میں کرو، اس نے گھبراہٹ میں کوئی جواب نہیں دیا، گاڑی ایک طرف نکل گئی اور قلابازیاں کھاتی ہوئی ایک جگہ رک گئی، مجھے اس وقت اللہ نے توفیق دی کہ میں نے زور زور سے کلمہ شہادت پڑھا۔

میرے سر میں چھوٹ لگی تھی، اور درد کی شدت سے ایسا محسوس ہورہا تھا کہ سر پھٹا جارہا ہے، میں جسم کے کسی حصہ کو حرکت نہیں دے سکتا تھا میں نے اپنی زندگی میں اتنا درد کبھی نہیں دیکھا تھا، میں بات کرنا چاہ رہا تھا؛ لیکن بول نہیں سکتا تھا، کہ میری آنکھیں کھلی تھیں، لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا، اتنے میں لوگوں کے قدموں کی آوازیں سنیں، جو ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ اسے ہلاؤ نہیں سر سے خون نکل رہا ہے، اور ٹانگیں ٹوٹ چکی ہیں، میری تکلیف میں اضافہ ہوتا جارہا تھا اور سانس لینے میں شدید دشواری محسوس کررہا تھا، مجھے اندازہ ہوا کہ شاید میری موت آگئی ہے، اس وقت مجھے گزری زندگی پر جو ندامت ہوئی میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا، مجھے پتہ چلا کہ اب مجھے موت سے کوئی نہیں بچا سکتا، اس کہانی کے آخر میں بتاؤں گا کہ اس کی کیا حقیقت ہے، یہاں پر ہر بھائی بہن تصور کریں کہ جو کچھ ہورہا ہے میرے ساتھ ہورہا ہے، کیونکہ عنقریب ہم سب کو اس ملتے جلتے حالات سے سابقہ پیش آنا ہے۔

اس کے بعد لوگوں کی آوازیں آنا بند ہوگئیں، میری آنکھوں کے سامنے مکمل تاریکی چھاگئی، اور میں ایسا محسوس کررہا تھا جیسے میرے جسم کو چھریوں سے کاٹا جارہا ہو، اتنے میں مجھے ایک سفید ریش آدمی نظر آیا، اس نے مجھے کہا بیٹے یہ تمہاری زندگی کی آخری گھڑی ہے، میں تمہیں نصیحت کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالی نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے، میں نے پوچھا کیا ہے نصیحت؟ اس نے کہا عیسائیت کی ترغیب "قـــل لبحیـا الصلیب" خدا کی قسم اس میں تمہاری نجات ہے، اگر تم اس پر ایمان لائے تو تمہیں اپنے گھر والوں کو لوٹا دوں گا، اور تمہاری روح واپس لے آؤں گا، جلدی سے بولو، ٹائم ختم ہوا جارہا ہے، مجھے اندازہ ہوا یہ شیطان ہے، مجھے اس وقت جتنی بھی تکلیف تھی اور جتنا بھی اذیت سے دوچار تھا؛ لیکن اس کے باوجود اللہ اور اس کے رسول پر پکا ایمان تھا، میں نے اسے کہا جاؤ اللہ کے دشمن، میں نے اسلام کی حالت میں زندگی گزاری ہے، اور مسلمان ہوکر مروں گا، اس کا رنگ زرد پڑ گیا، بولا تمہاری نجات اسی میں ہے کہ تم یہودی یا نصرانی مرجاؤ، ورنہ میں تمہاری تکلیف بڑھادوں گا، اور تمہاری روح قبض کردوں گا، میں نے کہا کہ موت تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے، جو بھی ہو میں اسلام کی حالت میں مروں گا۔

اتنے میں اس نے اوپر دیکھا، اور دیکھتے ہی بھاگ نکلا، مجھے لگا جیسے کسی نے اسے ڈرایا ہو، اچانک میں عجیب قسم کے چہروں والے اور بڑے بڑے جسموں والے لوگ دیکھے، وہ آسمان کی طرف سے آئے اور کہا "السلام علیکم" میں نے کہا "وعلیکم السلام" اس کے بعد وہ خاموش ہوگئے اور ایک لفظ بھی نہیں بولے، ان کے پاس کفن تھے، مجھے اندازہ ہوا کہ میری زندگی ختم ہوگئی، ان میں سے ایک بہت بڑا فرشتہ میری طرف آیا، اور کہا: "اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ الْرجِعِیْ اِلَی مَغْفِرَتٍ مِّنَ اللّٰـــهِ وَرِضْـوَانٌ" (اے نیک روح اللہ کی مغفرت اور اسکی رضا وخوشنودی کی طرف نکل)

یہ بات سن کر میری خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا، میں نے کہا اللہ کے فرشتے میں حاضر ہوں، اس نے میری روح کھینچ لی، مجھے اب ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے میں نیند اور حقیقت کے مابین ہوں، ایسا لگا کہ مجھے جسم سے آسمان کی طرف اٹھایا جارہا ہے، میں نے نیچے دیکھا، تو پتہ چلا کہ لوگ میرے جسم کے اردگرد کھڑے ہیں اور انہوں نے میرے جسم کو ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا، ان میں سے کسی نے کہا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

میں نے دوفرشتوں کودیکھا کہ وہ مجھے وصول کررہے ہیں،اور مجھے کفن میں ڈال کر اوپر کی طرف لے جارہے ہیں، میں نے دائیں بائیں دیکھا تو مجھے افق کے علاوہ کچھ نظر نہیں آیا، مجھے بلندی سے بلندی کی طرف لے جایا جارہا تھا، ہم بادلوں کو چیرتے چلے گئے، جیسے کہ میں ایک جہاز میں بیٹھا ہوں، یہاں تک کہ پوری زمین مجھے ایک گیند کی طرح نظر آرہی تھی، میں نے ان دوفرشتوں سے پوچھا کیا اللہ مجھے جنت میں داخل کرے گا؟ انہوں نے کہا کہ اس کا علم اللہ تعالی کی ذات کو ہے،ہمیں صرف تمہاری روح لینے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے،اور ہم صرف مسلمانوں پر مامور ہیں، ہمارے قریب سے کچھ اور فرشتے گزر گئے جن کے پاس ایک روح تھی اوراس سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ میں نے اپنی زندگی میں اتنی زبردست خوشبو کبھی نہیں سونگی تھی، میں نے حیرانگی کے عالم میں فرشتوں سے پوچھا کہ کون ہے، اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت کر گئے ہیں تو میں کہتا کہ یہ ان کی روح ہوگی، انہوں نے کہا کہ یہ ایک فلسطینی کی روح ہے، جسے یہودیوں نے تھوڑی دیر پہلے قتل کیا، جب کہ وہ اپنے دین اور وطن کی مدافعت کررہا تھا، اس کا نام ابولعبد ہے، میں نے کہا کاش میں شہید ہوکر مرتا، اس کے بعد کچھ اور فرشتے ہمارے قریب سے گزرے اوران کے پاس ایک روح تھی جس سے سخت بدبو آرہی تھی، میں نے پوچھا کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ بتوں اور گائے کو پوجنے والا ایک ہندو ہے، جسے تھوڑی دیر پہلے اللہ تعالی نے اپنے عذاب سے ہلاک کردیا، میں نے شکرادا کیا، کہ شکر ہے میں کم ازکم مسلمان مرا ہوں، میں نے کہا، میں نے آخرت کے سفر کے حوالے سے بہت پڑھا ہے، لیکن یہ جو کچھ ہورہا ہے، میں نے کبھی اس کا تصور نہیں کیا، انہوں نے کہا، شکر کرو، مسلمان مرے ہو، لیکن ابھی تمہارے سامنے سفر بہت لمبا ہے، اور بے شمار مراحل ہیں۔

اس کے بعد ہم فرشتوں کے ایک بہت بڑے گروہ کے پاس سے گزر گئے، اور ہم نے انہیں سلام کیا، انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ میرے ساتھ والے دوفرشتوں نے جواب دیا، کہ یہ ایک مسلمان ہے جو تھوڑی دیر پہلے حادثے کا شکار ہوگیا، اور اللہ نے ہمیں اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا، انہوں نے کہا، مسلمانوں کے لئے بشارت ہے، کیونکہ یہ اچھے لوگ ہیں، میں نے فرشتوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو آسمان کی حفاظت کرتے ہیں، اور یہاں سے شیطانوں پر شہاب پھینکتے رہتے ہیں، میں نے کہا یہ تو اللہ تعالی کی بہت عظیم مخلوق ہے، انہوں نے کہا ان سے بھی زیادہ عظیم فرشتے ہیں، میں نے پوچھا کون ہیں؟ وہ بولے جبرائیل اور عرش کو اٹھانے والے فرشتے، اور یہ سب مخلوق ایسی ہے کہ اللہ تعالی کے حکم کی سرتابی نہیں کیا کرتے:"لایعصون اللّٰہ ماامرھم ویفعلون مایومرون "۔(سورہ تحریم)

وہ اللہ کے دئے ہوئے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

اس کے بعد ہم مزید اوپر چڑھتے گئے، یہاں تک کہ آسمان دنیا پر پہنچ گئے، میں اس وقت تک خوف اور کرب کے عالم میں تھا کہ نہ معلوم آگے کیا ہوگا، میں نے آسمان کو بہت بڑا پایا اور اسکے اندر دروازے تھے جو بند تھے، اوران دروازوں پر فرشتے تھے، جن کے جسم بہت بڑے تھے، دوفرشتوں نے کہا:''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ''اوران کے ساتھ میں نے بھی یہی الفاظ دہرائے، دوسرے فرشتوں نے جواباً کہا''وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ'' اور انہوں نے کہا رحمت کے فرشتوں اہلاً وسہلاً ضرور یہ مسلمان ہی ہوگا، میرے ساتھ والے فرشتے نے کہا ہاں یہ مسلمان ہے، انہوں نے کہا کہ تم اندر آسکتے ہو، کیونکہ آسمان کے دروازے صرف مسلمانوں کے لئے کھلتے ہیں، کافروں کے بارے میں اللہ تعالی کا حکم ہے:"لاتفتح لھم ابواب السماء" کافروں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے۔

ہم اندر آگئے تو بہت ساری عجیب چیزیں دیکھیں، پھر ہم آگے بڑھے اور پر چڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں،

چھٹا اور بالآخر ساتویں آسمان پر جا پہنچے، یہ آسمان باقی تمام آسمانوں سے بڑا نظر آیا جیسے ایک بہت بڑا سمندر، فرشتے کہہ رہے تھے: "اللّٰھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذوالجلال والاکرام"۔

مجھ پر ایک بہت بڑی ہیبت طاری ہوئی، سر نیچے کیا اور آنسو جاری ہوئے، اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں حکم صادر فرمایا، کہ میرے اس بندے کا نام علیین میں لکھ دو، اور اسے زمین کی طرف واپس لیجاؤ، کیونکہ میں نے انہیں زمین سے پیدا کیا ہے، اسی میں ان کی واپسی ہوگی اور ایک بار پھر اسی زمین سے انہیں اٹھاؤں گا، شدید رعب، ہیبت اور خوشی کے ملے جلے جذبات میں میں نے کہا پروردگار! تو پاک ہے، لیکن ہم نے تیری وہ بندگی نہیں کی جو ہونی چاہئے تھی: "سبحانك ماعبدناك حق عبادتك"۔

فرشتے مجھے لیکر واپس زمین کی طرف روانہ ہوئے، اور جہاں جہاں سے گزرتے گئے دوسرے فرشتوں کو سلام کرتے گئے، میں نے راستے میں ان سے پوچھا کیا میں اپنے جسم اور گھر والوں کے متعلق جان سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا اپنے جسم کو عنقریب تم دیکھ لوگے؛ لیکن جہاں تک تمہارے گھر والوں کا تعلق ہے ان کی نیکیاں آپ کو پہنچتی رہیں گی؛ لیکن تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔

اس کے بعد وہ مجھے زمین پر لے آئے، اور کہا اب تم اپنے جسم کے ساتھ رہو، ہمارا کام ختم ہوگیا، اب قبر میں تمہارے پاس دوسرے فرشتے آئیں گے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، کیا میں پھر کبھی آپ کو دیکھ سکوں گا؟ انہوں نے کہا کہ قیامت کے دن اور اسکے ساتھ ان پر ہیبت طاری ہوئی، پھر انہوں نے کہا اگر تم اہل جنت میں سے نکلے، تو ہم ساتھ ساتھ ہوں گے، انشاءاللہ۔

میں نے پوچھا جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا کیا اس کے بعد بھی میرے جنت میں جانے میں کوئی شک رہ گیا ہے؟ انہوں نے کہا تمہارے جنت میں جانے کے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے، تمہیں جو عزت واکرام ملا وہ اس لئے کہ تم مسلمان مرے ہو، لیکن تمہیں اعمال کی پیشی اور میزان سے ضرور سابقہ پیش آنا ہے۔

مجھے اپنے گناہ یاد آئے اور کہا کہ زور زور سے روؤں، انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے نیک گمان کرو؛ کیونکہ وہ کسی پر ظلم ہرگز نہیں کرتا، اس کے بعد انہوں نے سلام کیا اور بڑی تیزی سے اوپر کی طرف اٹھ گئے، میں نے اپنے جسم پر نظر دوڑائی میری آنکھیں بند تھیں، اور میرے اردگرد میرے بھائی اور والد صاحب رو رہے تھے، اس کے بعد میرے جسم پر پانی ڈالا گیا، تو مجھے پتہ چلا کہ مجھے غسل دیا جارہا ہے، ان کے رونے سے مجھے تکلیف ملتی تھی، اور جب میرے والد صاحب دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تو ان کی یہ بات مجھے راحت پہنچاتی تھی، اس کے بعد میرے جسم کو سفید کفن پہنایا گیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا افسوس میں اپنے جسم کو اللہ کی راہ میں ختم کرتا، کاش میں شہید مرتا، افسوس میں ایک گھڑی بھی اللہ کے ذکر یا نماز یا عبادت کے بغیر نہ گزارتا، کاش میں شب وروز اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا، افسوس! ہائے افسوس! اتنے میں لوگوں نے میرا جسم اٹھایا، میں اپنے جسم کو دیکھ رہا ہوں، لیکن نہ تو اس کے اندر جاسکتا ہوں اور نہ دور ہوسکتا ہوں، ایک عجیب سی صورتحال سے دوچار تھا، مجھے جب اٹھایا گیا تو جو چیز میرے لئے اس وقت تکلیف دہ تھی وہ میرے گھر والوں کا رونا تھا، میرا دل چاہ رہا تھا میں اپنے ابا سے کہوں ابا جان! پلیز رونا بند کردیں بلکہ میرے لئے دعا کریں، کیونکہ آپ کا رونا مجھے تکلیف دے رہا ہے، میرے رشتے داروں میں اس وقت جو کوئی میرے لئے دعا کرتا تو اس سے مجھے راحت مل جاتی تھی۔

مجھے مسجد پہنچایا گیا اور وہاں اتارا گیا اور میں نے سنا کہ لوگ نماز پڑھنے لگے ہیں مجھے شدید خواہش ہوئی کہ میں بھی ان کے ساتھ نماز میں شریک ہوجاؤں، میں نے سوچا کتنے خوش قسمت ہیں یہ وہ لوگ کہ نیکیاں کمارہے ہیں، جب کہ میرا اعمالنامہ بند ہوگیا ہے، نماز ختم ہوئی تو مؤذن نے اعلان کیا: "الصلاة علی الرجل یرحمکم اللّٰہ" امام میرے قریب آیا اور نماز جنازہ شروع کی، میں حیران ہوا کہ وہاں بہت

سارے فرشتے آ گئے، جو ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے کہ نماز پڑھنے والے کتنے لوگ ہیں؟ اور ان میں کتنے مؤحد ہیں، جو اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے؟

چوتھی تکبیر میں میں نے دیکھا کہ فرشتے کچھ لکھ رہے ہیں، مجھے اندازہ ہوا کہ وہ لوگوں کی دعائیں لکھ رہے ہوں گے، اس وقت میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ امام اس رکعت کو مزید لمبی کردے، کیونکہ لوگوں کی دعاؤں سے مجھے عجیب سی راحت اور سرور مل رہا تھا، نماز ختم ہوئی اور مجھے اٹھا کر قبرستان کی طرف لے گئے، راستہ میں کچھ لوگ دعائیں مانگ رہے تھے اور کچھ رو رہے تھے، اور میں حیران و پریشان تھا کہ نہ معلوم میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے، مجھے اپنے تمام گناہ اور غلطیاں، ظلم اور جو غفلت کی وجہ سے گھڑیاں میں نے دنیا میں گزاری تھیں ایک ایک چیز سامنے آ رہی تھی، ایک شدید ہیبت کا عالم تھا جس میں گزر رہا تھا۔

الغرض قبرستان پہنچا کر مجھے اتارا گیا، اس وقت مختلف قسم کی آوازیں سننے میں آئیں کوئی کہہ رہا ہے جنازے کو راستہ دیدو، کوئی کہہ رہا ہے اس طرف سے لیجاؤ، کوئی کہتا ہے قبر کے قریب لکھ دو یا اللہ میں نے کبھی اپنے بارے میں ایسی باتیں نہیں سوچی تھی، مجھے قبر میں روح اور جسم کے ساتھ اتارا گیا؛ لیکن انہیں صرف میرا جسم نظر آ رہا تھا، روح نہیں نظر آ رہی تھی، اس کے بعد لحد کو بند کرنا شروع کر دیا، میرا دل چاہا کہ چیخ چیخ کر کہہ دوں کہ مجھے یہاں نہ چھوڑیں، پتہ نہیں میرے ساتھ کیا ہوگا؛ لیکن میں بول نہیں سکتا تھا، الغرض مٹی ڈالنی شروع ہوئی اور قبر میں گھپ اندھیرا چھا گیا، لوگوں کی آوازیں بند ہوتی چلی گئیں، لیکن میں ان کے قدموں کی آوازیں سن رہا تھا، ان میں سے جو کوئی میرے لئے دعا کرتا تو اس سے مجھے سکون مل جاتا تھا، اچانک قبر مجھ پر تنگ ہوگئی اور ایسا لگا کہ میرے پورے جسم کو کچل دے گی، اور قریب تھا کہ میں ایک چیخ نکال دوں لیکن پھر دوبارہ اصلی حالت پر آ گئی، اس کے بعد میں نے ایک طرف دیکھنے کی کوشش کی کہ اچانک دو ہیبت ناک قسم کے فرشتے نمودار ہوئے جن کے بڑے بڑے جسم، کالے رنگ اور نیلی آنکھیں تھیں، ان کی آنکھوں میں بجلی جیسی چمک تھی، اور ان میں سے ایک کے ہاتھ میں گرز تھا، اگر اس سے پہاڑ کو مارے تو اسے ریزہ ریزہ کردے۔

ان میں سے ایک نے مجھے کہا بیٹھ جاؤ، تو میں فوراً بیٹھ گیا، پھر اس نے کہا: ''من ربک'' تمہارا رب کون ہے؟ جس کے ہاتھ میں گرز تھا وہ مجھے بغور دیکھ رہا تھا، میں نے جلدی سے کہا ''ربی اللہ'' میرا رب اللہ ہے، جواب دیتے وقت مجھ پر کپکپی طاری تھی، اس لئے نہیں کہ مجھے جواب میں کوئی شک تھا، بلکہ ان کے رعب کی وجہ سے، پھر اس نے مزید دو سوال کئے کہ تمہارا نبی کون ہے اور تمہارا دین کونسا ہے اور الحمدللہ میں نے ٹھیک جوابات دیدئے، انہوں نے کہا کہ اب تم قبر کے عذاب سے بچ گئے، میں نے پوچھا کیا تم منکر نکیر ہو؟ انہوں نے جواباً کہا ہاں، اور بولے کہ اگر تم صحیح جوابات نہ دیتے تو ہم تمہیں اس گرز سے مارتے اور تم اتنی چیخیں نکالتے کہ اسے زمین کی ساری مخلوق سن لیتی، سوائے انسانوں اور جنوں کے، اور اگر جن وانس اسے سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں، میں نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس مصیبت سے بچالیا، اس کے بعد وہ چلے گئے اور ان کے جانے سے مجھے قدرے اطمینان حاصل ہوا، ان کے چلے جانے کے ساتھ ہی مجھے سخت گرمی محسوس ہوئی اور مجھے لگا کہ میرا جسم جلنے والا ہے جیسے کہ جہنم سے کوئی کھڑکی کھولی گئی ہو، اتنے میں دو اور فرشتے نمودار ہوئے اور کہا ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' میں نے جواب دیا ''وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' انہوں نے کہا کہ ہم فرشتے ہیں، ہم قبر میں تمہارے اعمال تمہیں پیش کرنے آئے ہیں، تاکہ قبر میں قیامت تک تمہیں اپنی نیکیوں کا جو بدلہ ملنا چاہئے وہ بدل مل جائے، میں نے کہا اللہ کی قسم جن سختی اور اذیت سے میں دوچار ہوں میں نے کبھی اس کے متعلق سوچا نہیں تھا، پھر میں نے پوچھا کیا میں ایک سوال کرسکتا ہوں؟ انہوں نے کہا کرلو، میں نے پوچھا کیا میں اہل جنت میں سے ہوں، اور کیا اتنی ساری

تکلیفیں جھیلنے کے بعد بھی میرے لئے جہنم میں جانے کا خطرہ ہے؟ انہوں نے کہا تم ایک مسلمان ہو، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہو، لیکن جنت میں جانے کا علم ایک اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے، بہرحال اگر تم جہنم چلے بھی گئے تو وہاں ہمیشہ نہیں رہو گے، کیونکہ تم موحد ہو۔

یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، اور میں نے کہا کہ اگر اللہ نے مجھے دوزخ میں بھیج دیا تو پتہ نہیں میں وہاں کتنا عرصہ رہوں گا؟ انہوں نے کہا اللہ تعالی سے امید رکھو کیونکہ وہ بہت کریم ہے اور اب ہم تمہارے اعمال پیش کر رہے ہیں، تمہارے بلوغت کے وقت سے تمہارے ایکسیڈنٹ کے وقت تک، انہوں نے کہا سب سے پہلے ہم نماز سے شروع کرتے ہیں کیونکہ کافر اور مسلمان کے مابین فرق کرنے والی چیز نماز ہے؛ لیکن فی الحال تمہارے سارے اعمال معلق ہیں، میں نے حیرانگی سے پوچھا، میں نے اپنی زندگی میں بہت سارے نیک اعمال کئے ہیں، آخر میرے اعمال معلق کیوں ہیں؟ اور اس وقت جو میں اپنے جسم میں دنیا جہاں کی گرمی محسوس کر رہا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے اوپر قرضہ ہے جو تم نے مرنے سے پہلے ادا نہیں کیا ہے۔

میں رو پڑا، اور میں نے کہا کیسے؟ اور یہ جو میرے اعمال معلق ہیں کیا اس کی وجہ بھی یہی ہے؟ میرا سوال ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ میری قبر میں اچانک روشنی آ گئی، اور ایک ایسی خوشبو پھیل گئی کہ ایسی خوشبو نہ میں نے کبھی اپنی زندگی میں سونگھی اور نہ مرنے کے بعد، اس روشنی سے آواز آئی ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ''سورۃ الملک'' ہوں، میں اس لئے آئی ہوں کہ اللہ سے تیرے لئے مدد طلب کر دوں، کیونکہ تم نے میری حفاظت کی تھی اور تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں بتا دیا تھا کہ جو کوئی سورۃ الملک پڑھے گا قبر میں وہ اس کے لئے نجات کا ذریعہ ہوگی، میں بہت خوش ہوا، میں نے کہا میں نے بچپن میں تمہیں حفظ کر لیا تھا اور میں ہمیشہ نماز میں اور گھر میں تیری تلاوت کیا کرتا تھا، مجھے اسوقت تمہاری اشد ضرورت ہے، اس نے کہا اس لئے تو میں آئی ہوں، کہ اللہ تعالی سے دعا کر لوں کہ وہ تمہاری تکلیف کو آسانی میں تبدیل کر دے، لیکن تم سے ایک غلطی ہوئی ہے کہ تم نے لوگوں کے قرضے ادا نہیں کئے ہیں۔

میں نے کہا نجات کا کوئی ذریعہ ہے، اس نے کہا تین باتوں میں سے کوئی ایک تمہارا مسئلہ حل کر سکتا ہے، میں نے جلدی سے کہا وہ کون سے کام ہیں، اس نے کہا، پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے کوئی کاغذ لکھ کر چھوڑا ہے، جسے دیکھ کر تمہارے ورثہ وہ قرضہ ادا کر دیں؟

ورثہ کا نام سن کر میرے آنسو نکل آئے، مجھے تمام گھر والے امی، ابو، بیوی، بہن بھائی اور بچے یاد آئے، پتہ نہیں میرے بعد ان کا کیا حال ہوگا؟ میری چھوٹی بچی جس کے ساتھ میں نے چاکلیٹ کا وعدہ کیا تھا، اب کون اس کے لئے چاکلیٹ لیکر دے گا؟ میری بیوی کو لوگ بیوہ کہیں گے، ان کا کون خیال رکھے گا۔

سورۃ الملک نے پوچھا لگ رہا ہے تم کوئی چیز یاد کر رہے ہو؟، میں نے کہا مجھے اپنے اہل وعیال اور بچے یاد آئے، کہ میرے بعد ان کا کیا حال ہوگا، سورۃ الملک نے کہا جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہی روزی بھی دے گا، اور وہی نگہبان بھی ہے، سورۃ الملک کی اس بات پر مجھے کافی تسلی حاصل ہوئی، اس کے بعد میں نے پوچھا کیا میں جان سکتا ہوں کہ میرے اوپر ٹوٹل کتنا قرضہ ہے؟

سورۃ الملک نے کہا کہ میں نے فرشتے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک ہزار سات سو ریال، ایک ہزار آپ کے دوست کے ہیں، جس کا نام ابوالحسن ہے، اور باقی مختلف لوگوں کے ہیں، اس نے کہا دراصل بلوغت سے لیکر آخری دن تک تم سے کئی بار اس بارے میں کوتاہی ہوئی ہے، اس طرح قرضہ بڑھ گیا ہے، مثلاً پانچ ریال اس دوکاندار کے ہیں جس سے آپ نے کوئی چیز خریدی تھی، جب کہ آپ کی عمر ۱۵ سال تھی، آپ نے اس سے کہا پیسے کل دیدوں گا، اور پھر آپ نے نہیں دیئے، اس طرح لانڈری والے سے آپ نے کپڑے دھلوائے اور اس کو

ادائیگی کرنا بھول گئے، کرتے کرتے اس نے سارے لوگوں کے نام بتادیئے اور سارے مجھے یاد آئے، سورۃ الملک نے کہا کہ لوگوں کے حقوق کو معمولی سمجھنے اور ان سے تساہل برتنے کی وجہ سے بہت سارے لوگوں پر قبر میں عذاب ہوتا ہے، کیا تمہیں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر نہیں دی تھی کہ شہید کے اعمال بھی روک لئے جائیں گے جب تک اس کا قرضہ ادا نہیں ہوا ہو۔

میں نے کہا نجات کا کوئی طریقہ ہوسکتا ہے؟ اس نے کہا پہلا حل تو یہ ہے جس کا قرضہ ہے وہ اپنا قرضہ معاف کردے، میں نے کہا ان میں سے اکثر تو ان قرضوں کو بھول گئے ہیں جس طرح میں بھول گیا تھا، اور ان کو میرے مرنے کی خبر بھی نہیں ہوگی، اس نے کہا پھر دوسرا حل یہ ہے کہ تمہارے ورثہ تمہاری طرف سے ادائیگی کردیں، میں نے کہا ان کو میرے قرضوں کی اور میری تکلیف کی کہاں خبر ہے؟ جب کہ میں نے کوئی وصیت نامہ بھی نہیں چھوڑا کیونکہ مجھے موت اچانک آ گئی اور مجھے ان ساری مشکلات کا علم نہیں تھا۔

سورۃ الملک نے کہا کہ ایک اور حل ہوسکتا ہے لیکن میں تھوڑی دیر بعد تمہیں بتادوں گی اور اب میں جاتی ہوں، میں نے کہا خدا را مت جایئے، کیونکہ تمہارے جانے سے تاریکی ہوجائے گی، جو میری موجودہ تکلیف میں اضافے کا باعث بنے گی، سورۃ الملک نے کہا میں زیادہ دیر کے لئے نہیں جارہی ہوں، بلکہ تمہارے لئے کوئی حل نکالنے کے لئے جارہی ہوں، اس کے بعد سورۃ الملک چلی گئی اور میں گھپ اندھیرے میں اکیلا رہ گیا، ہیبت اور تکلیف کے باوجود میں نے کہا یاارحم الراحمین! اے اجنبیوں کے مولی! اور اے ہر اکیلے کے ساتھی، اس قبر کی تاریکی میں میری مدد کر، لیکن فوراً مجھے خیال آیا کہ میں تو دارالحساب میں ہوں، اب دعاؤں کا کیا فائدہ؟

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے ایک مانوس آواز سن لی، میں نے آواز پہچان لی، یہ میرے والد بزرگوار کی آواز تھی، جو کہہ رہے تھے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میرا جواب انہیں کون پہنچائے، پھر انہوں نے کہا: "اللّٰھم اغفرلہ، اللّٰھم ارحمہ، اللّٰھم وسع مدخلہ، اللّٰھم آنس وحشتہ" پھر انہوں نے روتے ہوئے کہا: ''اے اللہ! میں اس بیٹے سے راضی ہوں، تو بھی اس سے راضی ہوجا''۔

میرے والد صاحب جب دعا مانگ رہے تھے تو دعا کے دوران ایک زبردست روشنی میری قبر میں آئی، یہ دراصل رحمت کا فرشتہ تھا جو میرے والد کی دعا کو نوٹ کررہا تھا، اور جب تک میرے والد نہیں گئے تھے میرے ساتھ رہا۔

میرے والد صاحب جب واپس ہوئے تو فرشتے نے کہا کہ تیرے والد کی دعا آسمانوں تک جائے گی، اور انشاء اللہ! اللہ تعالی اس کو قبول کرے گا کیونکہ والد کی دعا اپنے بیٹے کے لئے مستجاب ہوتی ہے۔

میں نے تمنا کی کہ کاش میرے والد میری قبر پر زیادہ دیر کے لئے ٹھہرتے اور دعا مزید لمبی کرتے، کیونکہ ان کی دعا کی وجہ سے مجھے کافی آرام ملا، میں نے فرشتے سے پوچھا کیا میں ایک سوال کرسکتا ہوں، کہا: ''پوچھو!'' میں نے کہا ''جب سے میں مرا ہوں اب تک کتنا عرصہ گزر گیا؟''۔

اس نے کہا جب سے تمہاری وفات ہوئی آج تیسرا دن ہے اور اس وقت ظہر کا وقت ہے، میں نے حیرانگی سے کہا تین دن اور اتنے سارے معاملات اور واقعات؟ اور یہ قبر کی تاریکی جب کہ باہر دنیا روشن ہے؟۔

فرشتے نے کہا: تمہارے سامنے بہت لمبا سفر ہے، اللہ اسے تمہارے لئے آسان کردے، میں اپنے آپ کو قابو نہ کرسکا اور رونے لگا، اور ایسا رویا کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں کبھی زندگی میں اتنا رویا ہوں، میں نے دل میں سوچا کہ اتنا خطرناک سفر اور دنیا میں میری اس قدر اس سفر کے لئے غفلت، فرشتے نے جاتے وقت بتادیا کہ قبر میں موجودہ روشنی تیرے والد کی دعا کی وجہ سے ہے اور یہ اسی طرح رہے گی جب تک اللہ چاہے، مجھے پتہ چلا کہ والد صاحب کا آنا میرے لئے باعث رحمت ہے: ﴿جاری......﴾

دعوت اصلاح

اللہ کے عرش کے سائے میں کون لوگ ہونگے؟

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو۹/جولائی ۲۰۱۱ء بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نمازیوں کے سامنے ہوا، اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

قیامت کے دن کی خوفناکی:

اللہ تبارک وتعالی جب اس کائنات کوختم کردے گا،تو قیامت قائم ہوجائیگی، قیامت ایک زلزلہ کی شکل میں قائم ہوگی، قیامت کا واقعہ دلوں کودہلا دینے والا ہوگا،اس وقت انسانوں کی حالت ایسی ہوگی جو بہت ہی عجیب وغریب ہوگی،جس کا منظر خود خدا تعالی نے قرآن کریم میں فرمایاہے کہ "اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَئٌ عَظِيْمٌ، يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ، وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارىٰ وَمَاهُمْ بِسُكَارىٰ وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ" قیامت کا زلزلہ بڑی عجیب اور بڑی عظیم چیز ہے،جس دن ہر دودھ پلانے والی عورت اپنے بچے کو پھینک دے گی، ہر حاملہ عورت اپنے پیٹ کے اندر جو ہے اس سے بے پراہ ہوجائے گی،اس دن کا منظر بڑا خطرناک ہوگا،اس دن لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کو نشہ ہوگا؛ لیکن وہ نشہ نہیں ہوگا بلکہ اللہ کا عذاب ہوگا، جو بہت سخت ہوگا، بہت شدید ہوگا،اس کا بھیانک ہونا،اس کی خطرناکی،اس کی ہیبت ناکی ایسی ہوگی کہ انسان برداشت نہیں کرپائے گا۔

دنیا میں حادثہ کی ہیبت ناکی:

دنیا میں اگر کوئی معاملہ ہوجاتا ہے، ذراسی گھبراہٹ کی کوئی خبر آجاتی ہے، تو لوگ کانپنے لگتے ہیں، انکے کاندھوں، شانوں اور پورے جسم میں کپکپی طاری ہوجاتی ہے، کہیں بم بلاسٹ نہ ہوجائے، کہیں بم پھٹ نہ جائے، لوگ کانپنے لگتے ہیں، اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر بھاگنے لگتے ہیں، کرسی چھوڑ کر بھاگتے ہیں، گاڑی چھوڑ کر بھاگتے ہیں، سائیکل چھوڑ کر بھاگتے ہیں کیونکہ اپنی زندگی کی خطرناکی کا مرحلہ سامنے ہوتاہے، اس لئے سب کے سب بھاگنے لگتے ہیں، افسر کرسی چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے، ملازم ڈیوٹی چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے، کوئی کتنا بھی عظیم کام کررہا ہو چھوڑ کر بھاگنے لگتا ہے کہ معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔

اس دن عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی:

جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن عورتوں کی یہ حالت ہوگی کہ وہ اپنے بچوں کو بھول جائیں گی، دنیا میں جو سب سے اہم معاملہ ہوتا ہے، وہ عورتوں کا معاملہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچہ کو مشکل سے مشکل وقت میں بھی اپنی چھاتی سے لگائے رکھتی ہیں، اللہ نے اسی کو تعبیر کیا ہے کہ اس وقت کی پوزیشن ایسی ہوگی کہ ماں اپنے بچے کو چھوڑ کر بھاگے گی، ابھی تو اگر پانی آجائے، آگ لگ جائے تو عورت اپنے بچے کو لیکر بھاگتی ہے، وہ سوچتی ہے کہ میں مرجاؤں؛ لیکن میرا بچہ نہ مرے، چھاتی سے نہیں اتارتی، اس کو اپنے ساتھ لیکر بھاگتی ہے، ایسے ہی اگر کوئی آدمی اس کے بچے کو مارنا چاہتا ہے، تو کہتی ہے کہ تو مجھے مار دے؛ لیکن میرے لاڈلے کو نہ مار، اس دن وہ اس کو بھی چھوڑ دے گی، حاملہ عورت اپنے حمل کو ڈال دے گی، اور لوگوں کی جو پوزیشن ہوگی وہ نشہ کی نہ ہوگی بلکہ اللہ کا جو عذاب ہے، اس کی ہیبت ناکی بہت خطرناک ہوگی۔

قیامت کے دن کی گرمی:

جس دن سب لوگ قیامت کے میدان میں جمع ہوں گے، وہ دن بڑا خطرناک اور وحشت ناک ہوگا، اللہ خود قرآن کریم میں فرماتا ہے: "فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْماً يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا" کہ تم اس دن کیونکر منکر ہوں گے جب تم دیکھو گے کہ نوجوان بوڑھے ہو جائیں گے، جو بچے ہیں وہ جوان ہو جائیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالی قرآن کریم میں اس منظر کو پیش کرتا ہے کہ وہ دن بڑا سخت ہوگا کہ جس کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا ہے: "تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ" جس دن فرشتے اور روح اللہ کے پاس جائیں گے، چڑھیں گے، اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، آپ اندازہ لگائیے، ہم مئی، جون کے اندر گرمی کی شدت کے اندر کچھ وقت کھڑے ہو سکتے ہیں، پیر میں جوتا نہ ہو، سر پر کپڑا نہ ہو، تو حالت خراب ہو جاتی، اور یہاں کی زبان میں نانی دادی یاد آ جاتی ہے، اتنی خطرناک ہوتی ہے، تو وہ دن کتنا خطرناک اور عظیم دن ہوگا، اس کی ہمیں پرواہ نہیں ہے، وہ دن ہم سب کو جھیلنا ہے، سب لوگ خطرہ میں ہوں گے اور سب لوگوں کو وہ دن جھیلنا پڑے گا، لیکن کچھ لوگ اس سے بچ جائیں گے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل فرماتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَتَدْرُوْنَ مَنِ السَّابِقُوْنَ إِلى ظِلِّ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ" کیا تم لوگ جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں کون لوگ سبقت کرنے والے ہوں گے، ان لوگوں کو جلدی سے وہاں موقع ملے گا، جب سورج کی شدت ہوگی، سورج قریب ترین ہوگا، دماغ ہانڈیوں کی طرح کھول رہے ہوں گے، اور کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا، کسی کا پسینہ پیروں تک ہوگا، کسی کا پسینہ پیٹ تک ہوگا، اور یہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی کا پسینہ منہ تک ہوگا کہ وہ شرابور ہوگا، اور اپنے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا، یقیناً وہ ایک عظیم دن ہوگا، مزید یہ بھی کہ اوپر سے آفتاب کی شدت ہوگی، اور زمین تانبے کی ہوگی، تو آپ اندازہ لگائیے کہ اس وقت تمام لوگوں کا کیا حال ہوگا، تو کیا اس دن تمام لوگوں کا دماغ نہیں کھولے گا، یقیناً پورا جسم کھولے گا، اور سب کو انتظار ہوگا کہ میرا جلدی سے حساب وکتاب ہو جائے، چونکہ اس دن سب کا حساب وکتاب ہونا ہے، اس لئے سارے لوگ سوچیں گے کہ میرا پہلے ہو جائے۔

سب سے پہلے کن کا حساب وکتاب ہوگا؟:

ایسی حالت میں سب سے پہلے جن کا حساب وکتاب ہوگا وہ کون لوگ ہوں گے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الذين اذا اعطوا الحق قبلوه" ارشاد ہوگا کہ وہ لوگ سب سے پہلے ہوں گے کہ جن کو حق پیش کر دیا جائے تو وہ فوراً قبول کر لیں، ہمارے معاشرہ میں کیا ہوتا ہے کہ حق بات سامنے آنے کے باوجود بھی کہتا ہے کہ نہیں بات تو صحیح ہے، لیکن چونکہ اس نے یہ کہا، بات تو واقعی صحیح ہے؛ لیکن چونکہ اگر مگر میں لگا رہتا ہے، اس اللہ کے بندہ کو یہ خوف نہیں، اس اللہ کے بندہ کو یہ خطرہ نہیں کہ جب حق واضح ہو گیا تو قبول کر لینا چاہئے، اب اگر چہ اور کیوں اور یہ وہ، اس کی ضرورت نہیں رہی، حق آ گیا تو اس کو قبول کر لو، اگر اس نے فوراً قبول کر لیا، تو اللہ کے عرش کے سائے میں اس کو جگہ ملے گی، اور جب "إذا سئلوه بذلوه" اگر کسی کا حق بیٹھتا ہو، وہ بتلا دیا گیا تو فوراً ادا کر دے، ٹال مٹول نہ کرے، جب معلوم ہو گیا کہ حق بات یہ ہے، حق کو قبول بھی کر لیا، حق میں دینے کا نمبر آتا ہے تو فوراً دیدیتا ہے، تو وہ عرش کے سایہ میں اللہ کے یہاں ہوگا، اس کو بھی آرام ملے گا۔

ٹال مٹول کرنے سے دیر ہوسکتی ہے:

اگر فیصلہ کا موقعہ آئے تو سکون واطمینان کے ساتھ کھڑا رہے، "واذا حكموا للناس حكموا كحكمهم لانفسهم" اگر معاملہ فیصل کا آ جائے، معاملہ حکم کا آ جائے، معاملہ جج بنانے کا آ جائے، ثالث بنانے کا آ جائے، اور حق بات کے فیصل کرنے کا آ جائے، ہم

لوگ بناتے ہیں کسی کو فیصل تو وہ دیکھتا ہے کہ میرا رشتہ دار کونسا ہے، میرا تعلق والا کونسا ہے، پھر اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، اگر فیصلہ کردے تو وہ جہنم میں جائے گا، اگر فیصلہ اس کی ماں کے خلاف جائے، چاہے وہ فیصلہ اس کے رشتہ دار کے خلاف جائے، اس کے عزیز ترین انسان کے خلاف بھی جائے، مگر وہ صحیح بات پیش کرتا ہے، تو کل جب قیامت کے دن یہ حالت ہوگی تو وہ بھی انشاء اللہ عرش کے سائے میں ہوگا۔

سات لوگ عرش کے سائے میں ہوں گے:

ایک روایت کے اندر جناب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ اس دن سات لوگ ایسے ہوں گے جو اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے:"سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ"۔

انصاف پرور بادشاہ:

"امام عادل" پہلا شخص ایسا امام، ایسا افسر، ایسا حاکم، ایسا بادشاہ جس کی طبیعت کے اندر انصاف ہو، جو انصاف سے کام کرتا ہو، ڈنڈی نہ مارتا ہو، ہر حکم ہر فیصلہ انصاف کے مطابق کرتا ہو۔

ایسا جوان جو اپنے رب کی عبادت میں لگا رہا:

"وَشَابٌ نَشَأَ فِى عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالىٰ" دوسرا وہ نوجوان جس کی جوانی ایسی حالت میں گزری ہو کہ جس میں گناہ کی پوری صلاحیت تھی، ایسے موقع پر بھی وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہا، یعنی وہ شخص اللہ تبارک وتعالی کی عبادت میں پلا اور بڑھا ہو، اپنی پوری زندگی اللہ کی عبادت میں گزاری ہو۔

اللہ کے لئے آپس میں محبت کرنے والے:

"رَجُلَانِ تَحَابَا فِى اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَاعَلَيْهِ" تیسرے وہ دو مسلمان جو آپس میں اللہ ہی کے لئے محبت کرتے ہوں اور اللہ ہی کے لئے ناراض ہوتے ہوں، اپنے نفس کی بنا پر، اپنے خاندان کی بنا پر، اپنی ناک کی بنا پر، اپنے کسی گھریلو مسئلہ کے بنا پر ناراض نہ ہوتے ہوں، ناراض بھی اللہ کے لئے ہوتے ہوں، اور کسی سے تعلق اگر کرتے ہوں تو اللہ ہی کے لئے کرتے ہوں۔

جس کا دل مسجد میں لٹکا رہتا ہو:

"وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِى الْمَسَاجِدِ" اور چوتھا وہ شخص جس کا دل ہمیشہ مسجد میں لٹکا رہتا ہے، ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر گیا پھر اس کو خیال آیا کہ عصر کی نماز کب ہوگی، عصر پڑھ کر گیا تو مغرب کا انتظار، مغرب پڑھ کر گیا تو پھر عشاء کا انتظار اور عشاء پڑھ کر بستر پر لیٹا تو پھر فجر کا انتظار جو اس انتظار میں رہتا ہے کہ کب دوسری نماز آتی ہے، اور میں نماز پڑھوں، اس کو بھی اللہ کے عرش کے نیچے جگہ ملے گی، اور اس کو بھی اللہ کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

کسی بدکار کی دعوت پر اللہ سے ڈر گیا ہو:

"وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ" اور پانچواں وہ جوان جس کو کوئی خوبصورت، حسین وجمیل اور منصب والی عورت بدکاری کی دعوت دیتی ہو اور وہ کہتا ہو "فقال انی اخاف اللّٰه" میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

چپ چاپ صدقہ کرنیوالا:

"وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَاتَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَاتُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ" اور چھٹا ایسا شخص جو اللہ کے راستے میں خیرات اور صدقہ اس طرح کرتا ہو کہ اس کے داہنے ہاتھ کو نہ معلوم ہوتا ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

جس کو اللہ کے ڈر سے دو بوند آنسو نکل آئے ہوں:

"وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ" اور ساتواں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں، تو خدا کی قسم ان ساتوں کو اللہ کے عرش کے سائے میں جگہ ملے گی، اللہ تبارک وتعالی ان سات لوگوں میں ہم سب کو شریک فرمائے، جو اللہ کے احکام ہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اللہ تبارک وتعالی اپنے عرش کے سائے میں ہم سب کو جگہ عطا فرمائے۔

❁❁❁

تعارف وتبصرہ

میرے شیخ ومرشد مفکراسلام نامی کتاب پر
ایک جامع تعارف اور تبصرہ

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی آکسفورڈ یونیورسٹی، لندن، یوکے

ایک میں ہوں کہ میری یاد دلوں سے نہ مٹی
ورنہ مٹنے کو تو کیا کیا نہ مٹا میرے بعد

تقریباً چار سال قبل تکیہ کلاں رائے بریلی کی تاریخی مسجد میں مخدوم معظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم اور استاد مکرم حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کی سرپرستی اور علماء وطلباء کی کثیر تعداد کی معیت میں رمضان مبارک سن ۱۴۳۴ ہجری کے آخری عشرے کے اعتکاف کی سعادت حاصل ہوئی، اور ایام طالب علمی کی یاد تازہ ہوگئی، جب حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی حیات میں وقتاً فوقتاً یہاں کچھ وقت گزارنے کی توفیق نصیب ہوجاتی تھی اور اس وقت بھی وہی رونق دیکھنے میں آئی جس کیلئے تکیہ کا رمضان مشہور ہے:

آرہے ہیں ہر طرف سے طالبان درد دل
یہ میری آہ وفغاں یا اذان درد دل

ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اعتکاف کے دوران اکابرین کی شفقتیں برادر مکرم مولانا جعفر مسعود حسن حسنی ندوی، مولانا سید بلال عبدالحئی حسنی ندوی اور مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی وغیرہم کی توجہات اور عزیزان گرامی سید خلیل حسنی اور سید امین حسنی کی چاہتیں اور اپنائیتیں حاصل رہیں اور بہت سے نوجوان فارغین وطلبائے ندوہ سے تعارف ہوا، اسی دوران پہلی بار مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب سے ملاقات ہوئی، عزیزی صاحب کے علم وفضل سے متأثر ہوا؛ لیکن اس سے زیادہ موصوف کے کریمانہ اخلاق، سادگی، تواضع اور شریف النفسی کا اثر پڑا اور آج تک عزیزی صاحب کے یہ اوصاف میرے دل پر نقش ہیں:

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک وخیال بلند وذوق لطیف

اسی ملاقات میں برادر عزیز مولانا سید محمود حسنی صاحب - نائب ایڈیٹر ''تعمیر حیات''، لکھنؤ - نے یہ واقعہ سنایا جس کی تصدیق عزیزی صاحب نے بھی کی کہ ایک بار حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے عزیزی صاحب کو تصنیف وتالیف سے منع کردیا، موصوف نے خواجہ حافظ شیرازی کے مشہور شعر:

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ ورسم منزلہا

کے مطابق اپنے پیر ومرشد کی اطاعت شعاری کی، اور اس واقعہ سے مرشد ومسترشد دونوں کی عظمت آشکارہ ہے، عام طور سے حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی تصویر جو ذہن میں ہے، اس سے یہ امکان ہی نہیں نظر آتا کہ مریدین اور سالکین کی تربیت کی اس طرح فکر کریں گے، مشائخ متقدمین کے یہاں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں کہ کس طرح رہروان طریقت سے مجاہدے کرواتے تھے اور کبھی کبھی مباح ومستحسن مالوفات سے بھی روک دیتے تھے، جو لوگ فن تربیت کے دقائق سے واقف نہیں، اس طرح کے واقعات ان کی سمجھ سے بلند وبالا ہیں، عام طور سے اس طرح کی پابندیاں عارضی ہوتی تھیں، خاص طور سے ابتدائے سلوک میں جب کہ یکسوئی اور انقطاع کلی باطنی ترقی اور اندرونی اصلاح کے لئے لازم ہے، جب مرید کو وہ یکسوئی حاصل ہوجاتی تو پھر ان مباحات ومستحسنات سے پابندی ہٹادی جاتی تھی، ماضی قریب میں اس طرح کے نمونے حکیم الامت حضرت مولانا

اشرف علی تھانوی کے یہاں خاص طور سے ملتے ہیں، چنانچہ حضرت تھانویؒ نے اسی اصول کے پیش نظر اپنے محبوب مرید خواجہ عزیز الحسن مجذوب کو شعروشاعری سے ممانعت کردی تھی، اس زمانہ میں بسلسلہ ملازمت خواجہ صاحب کا قیام لکھنؤ میں تھا، اس پابندی کے دوران لکھنؤ کے احباب نے جب بھی خواجہ صاحب کو کسی مشاعرہ یا شعری نشست میں شرکت کی دعوت دی تو خواجہ صاحب نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ حضرت کی پابندی کے ہوتے ہوئے کہیں نہیں جاسکتا، جب احباب کا اصرار بڑھ جاتا تو فرماتے آپ لوگوں کو کیا علم یہاں کلیجے پر چھریاں چل رہی ہیں، خواجہ صاحب کا تذکرہ آ گیا تو دل نہیں مانتا کہ ان کا یہ عارفانہ شعر نقل کئے بغیر گزر جاؤں: ؎

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی ❁ اب تو آجا، اب تو خلوت ہوگئی

اسی شعر کے متعلق مولانا تھانویؒ نے فرمایا تھا کہ خواجہ صاحب اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ (اس وقت اس کی قیمت یقیناً دو کروڑ یا اس سے زیادہ ہوگی) ہوتا تو میں آپ کو اس شعر کے انعام کے طور پر دیدیتا، جب یہ شعر میری زبان پر آتا ہے تو اس کو کم سے کم تین دفعہ ضرور پڑھتا ہوں۔

عزیزی صاحب کے صدق وصفا کی دلیل ہے کہ صرف یہی نہیں کہ حضرت مولانا کی زندگی میں اس پابندی پر قائم رہے، بلکہ وصال کے بعد بھی تصنیف وتالیف کی طرف توجہ نہیں کی، سچ یہ ہے کہ عزیزی صاحب نے حق ارادت ادا کردیا، اور اپنے پیرومرشد سے کئے گئے عہد کو کامیابی سے نبھایا، تقریباً سات سال کا عرصہ اسی پابندی پر گزرا، یہاں تک کہ مخدوم معظم مولانا سید محمد رابع حسنی دامت برکاتہم نے اس پابندی سے جو مقصود تھا اس کے حصول کے بعد دوبارہ تصنیف وتالیف کی اجازت دی، اس سات سالہ عرصہ کی پابندی کے ثمرات تو عزیزی صاحب ہی بتائیں گے، لیکن پابندی ہٹنے کی برکت تو ہمارے مشاہدہ میں ہے اور عزیزی صاحب کی جس تصنیف کا تعارف پیش خدمت ہے، وہ اسی عہد کی ہے۔

مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی بحیثیت مصنف مشہور ومعروف ہیں، اور ان کی تصنیفات اہل علم ونظر سے خراج تحسین وصول کرچکی ہیں، پیش نظر تصنیف حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی مختصر سوانح کے علاوہ مصنف پر حضرت کی شفقتوں اور عنایتوں کے بیان، مصنف کے نام حضرت کے مکتوبات، مصنف کی کتابوں پر مقدمات، اور حضرت مولانا کی بعض اہم وصیتوں پر مشتمل ہے، ۱۲۶؍صفحات کی یہ کتاب مخدوم معظم حضرت مولانا محمود حسنی کی تقریظ سے مزین ہے، حضرت مولانا کی زندگی پر اردو، عربی اور انگلش میں دسیوں کتابیں آچکی ہیں، آپ کی شخصیت اتنی ہمہ جہت اور ہمہ گیر تھی کہ آپ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا کسی ایک کتاب میں احاطہ کرنا ناممکن ہے، بلکہ آپ کی شخصیت کی جامعیت کو دیکھتے ہوئے بعض تحریروں کی حیثیت اشاریہ سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی، آپ برصغیر بلکہ پورے عالم اسلام میں امامت وقیادت کے جس منصب جلیل پر فائز تھے اس کا تقاضہ ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر گوشہ آپ کے معتقدین ومحبین کی ملک ہو، آپ کے چاہنے والوں بلکہ جاننے والوں کو حق ہے کہ آپ کی زندگی کے ہر پہلو سے واقف ہوں، ایک اہم پہلو جس پر کام کی ضرورت ہے، وہ آپ کے عہد میں ندوہ کی ترقی اور مقبولیت ہے، اس میں شک نہیں کہ مولانا محمد علی مونگیری، علامہ شبلی نعمانی اور مولانا عبدالحئی حسنی سے لیکر علامہ سید سلیمان ندوی تک اور سید سلیمان ندوی سے لیکر ڈاکٹر عبدالعلی حسنی تک ندوہ آہستہ آہستہ ترقی کرتا رہا، اور خاموشی سے نظام تعلیم میں تبدیلی لاتا رہا؛ لیکن ندوہ کی ہمہ جہت ترقی کا سہرا حضرت مولانا کی عہد آفریں عبقریت کے سر ہے، اس دور کا ایک عجوبہ یہ ہے کہ آپ کے دور نظامت میں ندوہ کی ترقی ومقبولیت کا عمل اس طرح اچانک اور بادرفتاری سے ظہور پذیر ہوا کہ اس نے ہنگامہ وانقلاب کی شکل اختیار کرلی۔

اسی طرح حضرت مولانا کی پوری شخصیت جاننے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کے اقرباء، محبین، شاگرد اور مریدین ان واقعات کو قید تحریر میں لائیں جو ان کی آپ بیتی ہوں، اس طرح کی تحریریں آپ کے انداز تربیت، انسانی اخلاق اور بے تکلّفانہ زندگی کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گی اور اس طرح تصویر زیادہ مکمل ہوسکے گی، اس پہلو کے لحاظ سے سب سے مؤثر وجامع کتاب مخدوم معظم حضرت مولانا محمد رابع

حسنی ندوی کی (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی عہد ساز شخصیت) ہے، اس کتاب کے بعض حصوں کو بار بار پڑھا اور ہر وقت نیا لطف حاصل ہوا، حضرت مولانا کی زندگی پر شائع ہونے والی تمام کتابوں میں میرے نزدیک یہ سب سے زیادہ مؤثر کتاب ہے۔

عزیزی صاحب کی یہ تصنیف بھی اسی زمرہ میں شمار کرنے کے لائق ہے، اس مختصر کتاب میں حضرت مولانا کی انسانی اور بے تکلّفانہ شخصیت کی دلکش جھلکیاں دکھائی دیں گی، مقدمہ میں مخدوم معظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی رقمطراز ہیں: ''ان (حضرت مولانا علیہ الرحمہ) کا ایک بڑا وصف یہ تھا کہ وہ اپنے چھوٹوں اور خوردوں کے ساتھ بھی ایسی اپنائیت سے پیش آتے کہ یہ محسوس ہی نہیں ہوسکتا تھا کہ انھیں یہ اعلیٰ مواقع حاصل ہیں، چنانچہ طلبہ میں ان کے سامنے بہت سہولت سے بات رکھتے اور طلبہ ان سے دینی اور علمی فائدہ حاصل کر لیتے تھے، انھیں میں عزیز گرامی مولوی مسعود عزیزی ندوی صاحب بھی تھے جن پر ان کی توجہات اس لیے بھی تھیں کہ وہ اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے جہاں ان کا مرکزِ تربیت وارشاد واقع ہے، یعنی خانقاہِ رائے پور''۔

عزیزی صاحب کو حضرت مولانا سے جو گہرا تعلق تھا وہ کتاب کی سطر سطر سے عیاں ہے، کتاب ''دوستی نیست دراں دل کہ شکیبائی ہست'' کا تصدیق نامہ ہے، اور محبت وصدق وصفا کی داستاں دلستان: ؎

اگر نقش رخت بر جاں ندارم	بزلف کافرت ایماں ندارم
از تو یک درد را درماں مبادم	اگر صد درد بے درماں ندارم
زعشقت راز ہا دارم ولیکن	ز بے صبری یکے پنہاں ندارم
صبوری را مگر معذور داری	دلے می باید و من آں ندارم

عزیزی صاحب کو حضرت مولانا کی امامت کے شرف کے علاوہ اور قربتیں بھی حاصل تھیں، جن کی کچھ تفصیلات اس کتاب میں درج ہیں، آخری بیماری کے بعد جب حضرت مولانا کو افاقہ ہوا تو ندوہ میں اساتذہ وطلبہ کی موجودگی میں ۹ محرم ۱۴۲۰ ہجری کو عزیزی صاحب کا نکاح پڑھایا، صحت یابی کے بعد یہ آپ کا پہلا خطاب تھا، ہر طرف سے صحت یابی کی مبارکبادیں آ رہی تھیں، اس پر آپ نے عزیزی صاحب سے فرمایا: ''نکاح تمہارا ہوا ہے اور مبارکبادیں ہمیں دی جارہی ہیں، یہ حضرت مولانا کا وہ خصوصی وصف تھا جس کے اس وقت بے شمار شاہد ہوں گے کہ آپ ہمیشہ چھوٹوں کی دلجوئی کا کتنا خیال رکھتے اور آپ کی صحبت میں کبھی ثقالت یا گرانی کا احساس نہیں ہوتا تھا، ورنہ بعض بزرگ اور اہل علم کی ثقالت کا یہ حال رہا ہے کہ امام اعمش (متوفی ۱۴۸) کو کہنا پڑا: ؎

فما الفیل تحمله میتا ❁ باثقل من بعض جلاسنا

عزیزی صاحب کتاب کے شروع میں حضرت مولانا کی شفقتوں اور عنایتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ندوہ آنے کے بعد حضرت مولانا کی شفقتیں اضعافاً مضاعفہ ہوگئی تھیں، اس ناکارہ کو بھی حضرت سے ایسی محبت ہوگئی تھی کہ اگر کسی مشغولیت کی وجہ سے دن میں حضرت کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا، اور نہ رات کی مجلس میں شریک ہوسکا، تو رات میں نیند نہیں آتی تھی، جب تک کہ مہمان خانہ کا چکر لگا کر نہ آ جاتا، جہاں پر حضرت کا قیام رہتا تھا، چنانچہ کھڑکی میں سے زیارت کرکے، یا مہمان خانہ کے ارد گرد گھوم کر سکون مل جاتا اور جا کر سو جاتا''۔ (صفحہ ۳۶)

عزیزی صاحب کی یہ کیفیت وادی ارادت وشوق اور کوچہ عشق ومحبت کی قدیم سنت ہے: ؎

امر بالدیار دیار لیلی	فاقبل ذالجدار و ذالجدارا
و ماحب الدیار شغفن قلبی	ولکن حب من سکن الدیارا

عزیزی صاحب مزید فرماتے ہیں: ''حضرت کی طرف سے بھی شفقت کا یہ معاملہ تھا کہ حضرت سفر سے لوٹتے اور میری طرف سے ملنے میں دیر ہو جاتی تو حضرت یاد فرماتے اور کسی کے ذریعہ سے بلاتے اور پھر فرماتے کہ رائے پور کی یاد آ رہی ہے''۔ (صفحہ ۳۶)

بنازم بہ بزم محبت کہ آں جا ❁ گدائے بشاہے مقابل نشیند

حضرت مولانا نے عزیزی صاحب کی چھوٹی بڑی آٹھ کتابوں پر مقدمات تحریر فرمائے، ان میں سے ایک کتاب کا نام ہے ''بچوں کی تمرین التجوید''، اس کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں: ''مسرت کی بات ہے عزیز القدر مولوی محمد مسعود عزیزی ندوی نے بچوں کی تمرین التجوید کے نام سے یہ رسالہ لکھا جو اس وقت راقم کے پیش نظر ہے اور ایک ذہنی ورزش اور ریاضت کے

طور پر یہ رسالہ مرتب کیا جو اس فن کو زیادہ سے زیادہ آسان، قابل اخذ اور مرغوب بنا دیتا ہے''۔(صفحہ ۶۸)

ایک دوسری کتاب ''تذکرہ حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندی'' کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: ''شکر ہے کہ ہمارے ایک فاضل نوجوان مولوی محمد مسعود عزیزی ندوی نے ان قائدین ومجاہدین میں سے مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی کا تذکرہ بڑی تفصیل، واقعہ نگاری، صدق بیانی اور قلم کی روانی کے ساتھ مرتب کیا، اس میں سوانح نگاری بھی ہے، تاریخ نویسی بھی ہے، ان کے فضائل وکمالات، خدمات واحساسات، ان کی علمی خدمات، اشاعت علم دین کی جدوجہد، توفیق الٰہی اور موہبِ ربانی کے ساتھ اس عہد پر ایک مؤرخانہ نظر ڈالی گئی ہے''۔(صفحہ ۷۶)

کتاب کا آخری باب وصیتوں اور اہم ہدایتوں پر مشتمل ہے، اس باب میں حکمت ورہنمائی کے جو کلمات درج ہیں، وہ عصر حاضر میں حضرت مولانا کی اس زندگی کے تجربات کا خلاصہ ہیں جو ملت کے لئے وقف تھی، اس میں شک نہیں کہ آپ دعوت وفکر اسلامی کی سب سے زیادہ دور رس اور طاقتور آواز تھے، اس قلمرو کے صرف حکمراں ہی نہیں بلکہ شاہ صاحبِ قران تھے، ان میں سے بعض ہدایتوں کی اہمیت زمانہ کی تبدیلیوں کے ساتھ واضح سے واضح تر ہوتی جارہی ہے، ایک اہم وصیت بنگلہ دیش کے علماء سے آپ کے ایک خطاب کا حصہ ہے، فرماتے ہیں کہ ''اب نیا میدان ہے، جس کی طرف آپ کی توجہ کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ عوام آپ کے اثر سے نکلنے نہ پائیں، وہ آپ کو یہ نہ سمجھیں کہ اب اس ملک میں رہ کر بھی غیر ملکی ہیں'' واقعہ یہ ہے کہ عصر حاضر میں دعوت اسلامی کو جس چیز نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے وہ عوام سے علماء کی دوری اور اجنبی پن ہے، پاکستان کے علماء اور دانشوروں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''سب سے بڑا کام اس وقت یہ ہے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ اسلام اپنی اس روح اور مقاصد کے ساتھ اور اپنے انہیں اصولوں کے ساتھ زندگی کا نہ صرف ساتھ دے سکتا ہے بلکہ رہنمائی کرسکتا ہے''۔(صفحہ ۱۰۷)

کیا ہماری فقہی سرگرمیوں اور مصلحانہ کوششوں کا حاصل یہ نہیں ہے کہ ہم یہ ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں کہ اسلام عصر حاضر کا ساتھ دے سکتا ہے، جو دین رہنمائی اور قیادت کیلئے آیا تھا اس کے پیروکار آج ''تقلید وامعیت'' اور ''تخلف وادبار'' پر کس قدر نازاں ہیں: ؎

دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
کیا مدرسہ، کیا مدرسہ والوں کی تگ ودو
کرسکتے تھے جو اپنے زمانہ کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانہ کے ہیں پیرو

پاکستان کے علماء کے اس خطاب میں مزید فرمایا: ''اسلام کے مفاد کو ہر جماعت، ہر ادارہ، ہر مدرسہ اور ہر گروہ کے مفاد پر ترجیح دیں، ہمیں دین وملت کا مفاد ہر جماعت سے عزیز ہونا چاہئے، سہرا کسی کے سر بندھے سہرا ہونا چاہئے''۔

آہ! اس بصیرت افروز اور کامرانی وترقی کی ضامن ہدایت سے چشم پوشی نے ہمارا کیا حشر بنا رکھا ہے، تہتر فرقوں میں منقسم، اور پھر ہر فرقہ مزید تہتر فرقوں میں منقسم اور اس نامرادانہ زندگی پر فرحاں وشاداں: ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ایک وصیت میں فرمایا: ''خواتین کا کردار بھی اس مسئلہ میں مردوں سے کم نہیں، بلکہ وہ زیادہ خدمت کرسکتی ہیں، اور ایسے دلوں کو وہ اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہیں، جن کو مرد نہیں لے سکتے، اس شعبہ میں زیادہ ضرورت ہے، اور اس میں بڑی کمی ہے ان بہنوں کی ان خواتین کی جو خدمت کرسکیں، اور بیماروں کو بہت نازک موقعوں پر سنبھال سکیں''۔(صفحہ ۱۲۱)

ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ ہماری ایک دو تعلیم یافتہ خواتین آج مسلم پرسنل لا کے تحفظ ودماغ میں جو کام کررہی ہیں، اس کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے، پھر بھی ہمیں اصرار ہے کہ عورتوں کو ناخواندہ رکھو، اور تعلیم وتربیت سے محروم، عزیزی صاحب! اس تصنیف کے لئے مبارک باد قبول کریں، یہ غذائے عقل ودانش نہیں بلکہ سامان قلب وروح ہے، یہ ایک محبت نامہ وحال نامہ ہے جس کی قیمت اہل قلب وروح واصحاب حال وعشق ہی جانتے ہیں: ؎

عالم فطرت پہ ہے میری نظر بھی اے حکیم
فرق یہ ہے تجھ کو عقل آئی مجھے حال آ گیا

تجزیہ

ماہنامہ ''نقوش اسلام''

ادبی وصحافتی دنیا کا ایک تابندہ نقش

مولانا سید محمد ریاض ندوی دارالعلوم صدیقیہ نلہیڑہ، روڑکی

جن حضرات کا تعلق رسالوں اور ماہناموں سے ہے وہ حضرات ہی صحیح طور سے بتلا سکتے ہیں کہ کسی رسالہ کا تسلسل کے ساتھ جاری رکھنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے، کتنی مشقتیں وپریشانیاں سامنے آتی ہیں، جن سے خندہ پیشانی سے ٹکرانا پڑتا ہے، کتنے حالات ایسے آتے ہیں جن کو سوچنے، سمجھنے اور نمٹنے کیلئے انسان کو تیار ہونا پڑتا ہے، علمی تعاون کی بھی بدرجہا ضرورت پڑتی ہے، معاشی حالت پر بھی نظر رکھنی پڑتی ہے چونکہ اس کا خرچ ادارہ میں مطبخ کی طرح ہوتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ مطبخ کا خرچ یومیہ ہوتا ہے اور اسکا خرچ ماہانہ ہوتا ہے، مطالعہ علمی تگ ودو، نیز امت کی حالت زار کو دیکھ کر دنوں کا سکون راتوں کی نیند خراب کرنی پڑتی ہے، تب جا کر ایک رسالہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتا ہے۔

سوال وجواب کچھ اس طرح ہوتے ہیں: بھائی صاحب! کیا کررہے ہیں؟ بس سوچ رہا تھا کہ رسالہ کے سلسلہ میں کچھ بھاگ دوڑ کروں آج پچیس تاریخ ہوگئی ہے، ہاں کیا چل رہا ہے؟ ارے بھائی وہ مضامین ٹائپ ہونے کے لئے دیئے تھے، اچھا تو پھر کیا ہوا؟ اب تک ٹائپ نہیں کئے، یہ کمپیوٹر والے نہ جانے کس کس کا کام لئے رکھتے ہیں، اور وعدہ پر پورا نہیں کرتے، جی مولانا آئندہ رسالہ کب آرہا ہے؟ انشاء اللہ جلد ہی آجائے گا، جی کب تک آئیگا رسالہ؟ وہ فلاں صاحب بڑا اچھا لکھتے ہیں ان کی تحریریں عوام وخواص میں بڑے شوق وذوق سے پڑھی جاتی ہیں، وہ ہمارے رسالے کے لئے ایک خاص الخاص تحریر لکھ رہے ہیں، ان کی تحریر کا انتظار ہے، جی رسالہ تیار ہوگیا؟ جی ہاں مضامین ٹائپ ہوگئے ہیں، میرے پاس آگئے ہیں، سوچتا ہوں جلد از جلد تیار ہوجائے؛ لیکن دوسرے اور تعلیمی وتدریسی مشغلے بھی ساتھ ہیں، وقت اتنا نہیں ملتا، جو یکبارگی تصحیح کی جاسکے، جی رسالہ کس مرحلہ میں ہے؟ ارے وہ ٹائپنگ تو ہوگئی تھی، بس اس ہفتہ رابطہ ادب اسلامی یا اسلامک فقہ اکیڈمی کا سیمینار تھا، اس کے لئے مقالہ لکھنا تھا، اس میں دو تین روز لگ گئے، چونکہ یہ تحقیقی مقالہ ہوتا ہے، جدید مسائل پر نکتہ چینی کرنی پڑتی ہے، اور یہ کتابوں ومتون میں غواصی کے بناء صحیح طور پر نہیں ہوپاتا، بس اب اسی کی جانب توجہ مرکوز ہے، جی ایڈیٹر صاحب اس ماہ رسالہ کا کیا معیار ہے؟ اس مہینہ دینی، دعوتی اور فکری مضامین ہیں، ایک مضمون جدید حالات کے پیش نظر فلاں کالم نگار لکھ رہے ہیں، ان کا مضمون بھی شامل اشاعت ہوگا، ہم نے بھی اس مہینہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قلم اٹھایا ہے، اچھا تو اس بار رسالہ دیکھنے لائق ہوگا، جی رسالہ کا کیا ہوا؟ جی ہاں بس رسالہ طباعت کے آخری مرحلہ میں ہے، بس ایک دو روز میں پریس میں چلا جائے گا، جی رسالہ تو پریس میں چلا گیا ہوگا؟ مولانا کیا بتلائیں؟ سب کچھ خود ہی دیکھنا پڑتا ہے، اس مہینہ مدرسہ کے دیگر اخراجات بھی بہت زیادہ تھے فی الحال مالی بجٹ ایسا نہیں ہے کہ اس مہینہ رسالہ کی اشاعت ہو دیکھتا ہوں اگر کوئی اللہ کا بندہ اس کیلئے تیار ہوجائے، ویسے رسالہ بالکل تیار ہے۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' وعلیکم السلام! جی میں فلاں بول رہا ہوں، خیریت ہے، اللہ کا کرم ہے آپ سنائیں، میں بھی الحمد للہ ٹھیک ہوں، آپ جیسے عالموں کی دعائیں شامل حال ہیں جی دراصل یہ کہہ رہا تھا، ہمارے یہاں سے ایک ماہنامہ نکلتا ہے، جو ڈاک کے ذریعہ آپ کے یہاں بھی جاتا ہے، اس مہینہ چونکہ مدرسہ میں تعمیری کام چل رہا ہے، خرچ بہت زیادہ ہے، رسالہ تیار ہے؛ لیکن طباعت میں کچھ خرچ

زیادہ ہے، مدرسہ اس وقت اس کو برداشت کرنے سے معذور ہے، میں چاہ رہا تھا کہ اس مہینہ آپ کے والد مرحوم کے ایصال ثواب میں اس رسالہ کی اشاعت ہو، جی بالکل، کتنا خرچ ہے؟ تو ٹھیک ہے، رسالہ پر اکاؤنٹ نمبر ہے، میں ڈلوادیتا ہوں، جی مولانا، پریس سے رسالہ آ گیا؟ جی پریس میں گیا ہے انشاء اللہ آئندہ ہفتہ آجائے گا، جی مولانا رسالہ آ گیا؟ جی ہاں آ گیا ہے، بس پیکنگ ہورہی ہے، ڈاک ٹکٹ لگ رہے ہیں، ایک دوروز میں ڈاک کے حوالہ کردیا جائے گا، جی مولانا آج شاید بارہ تاریخ ہوگئی رسالہ اب تک بھی نہیں پہنچا؟ اس مہینہ ذرا تاخیر ہوگئی تھی، بس ڈاک خانہ میں ڈال دیا گیا ہے، انشاءاللہ جلد پہنچ جائے گا۔

اس دور میں ایک رسالہ نکالنے کیلئے اس سے کہیں زیادہ حالات پیش آتے ہیں، لیکن اس طویل عرصہ میں ''نقوش اسلام'' کا یہ خاص امتیاز ہے کہ اس کے علمی سفر کی تکمیل کو دس سال گذر رہے ہیں، اس لمبے سفر میں نہ وہ ستایا، نہ ہچکچایا، نہ رکا، نہ تھکا، بلکہ بلا ناغہ اپنی تاریخ پر قارئین کے ہاتھوں میں جاتا رہا اوران کی علمی پیاس بجھاتا رہا، سیرابی کرتا رہا، میں دل کی گہرائیوں سے اس کے ذمہ داران کو مبارکباد دیتا ہوں، یہ اس کے بانی کا جذبہ دروں، ان کے اخلاص وللّٰہیت، امت مسلمہ کے تئیں ان کی دینی ہمدردی، ان کے دل دردمند فکر ارجمند کا غماز ہے، اس نے عقابی فکر، بلند حوصلہ، اورسخن دلنوازی کے ساتھ علمی وادبی دنیا کی جوسیر کی ہے وہ استاذ محترم، صاحب نسبت عالم دین، معمار نسل نو حضرت مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی شب و روز کی کوششوں ومحنتوں کا ثمرہ اور دعائے نیم شبی وآہ سحرگاہی کا اثر ہے، جو ہمہ وقت امت کی فکر میں محو اور غرق رہتے ہیں، جن کا سیال قلم اور اشہب فکر ہر وقت رواں دواں ہے، جس کا سیل رواں اتنی تیزی سے بڑھا ہے کہ اس نے پچھلے دس سالوں میں علمی ودینی حلقوں میں اپنا ایک اچھا اثر چھوڑا، اور ادبی دنیا میں ایک اچھا خاصہ مقام بنایا اور اپنا ڈنکا بجایا، اس قلیل عرصہ میں اتنا بڑا کام جتنا بڑے بڑے ادارے اور علمی مراکز طویل جد و جہد کے باوصف نہیں کرسکتے، یہ رحمت ایزدی کی دستگیری ہے، اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی کی مستجاب دعائے نیم شبی کا رنگ ہے، جن کی بے پناہ شفقت ومحبت اور توجہ نے موصوف کو یہ عظیم مقام عطا کیا ہے، ایک مفکر نے صحیح اور بجا لکھا ہے کہ انسان یا تو اتنا لکھ جائے کہ اس کو پڑھا جائے یا اتنا کام کرجائے کہ اس پر لکھا جائے، اس قول کے تناظر میں اگر ہم آپ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات صاف طور پر آشکارہ ہوجاتی ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کے ایک ایک منٹ کو کارآمد بنایا، اگر آپ کی اردو عربی انگلش زبان میں رقم کردہ تصانیف کا جائزہ لیا جائے، تو اخیر کے دس سالوں میں تین درجن سے زائد کتب منصۂ شہود پر آکر اکابرین علماء سے داد تحسین حاصل کرچکی ہیں، اور جن کی مقبولیت، شہرت ونیک نامی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ برصغیر ہندوپاک کے بڑے مدارس میں داخل نصاب ہیں، اور ''نقوش اسلام'' کے اداریوں کی تعداد بھی سینکڑوں سے اوپر ہے، یہ صرف اپنے ادارہ کے ترجمان کی بات ہے، ورنہ متنوع موضوعات پر وقتاً فوقتاً جومضامین دیگر رسالوں یا اخبارات (راشٹریہ سہارا، انقلاب، ہندوستان ایکسپریس وغیرہ) میں شائع ہوئے ایک انصاف پرور مؤرخ کی نظروں سے کیسے اوجھل ہوسکتے ہیں، اللہ تعالی برکتوں کیسا تھ تادیر قائم ودائم رکھے، نظر بد سے بچائے، ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مختلف الجہات مضامین کا ایک حسین وجمیل گلدستہ ہے، عوام وخواص کے حق میں ایک بیش بہا تحفہ ہے، منفرد شان کا حامل ہے، یہ ایک رسالہ نہیں بلکہ ایک عظیم ترین پیغام حق کا علمبردار اور اشاعت دین کا ایک اہم وسیلہ ہے، اس کا پیغام کسی ایک خطہ کے لئے خاص نہیں بلکہ مشرق ومغرب شمال وجنوب میں اس کا فیضان عام ہے، بلاشبہ یہ ایک دعوتی ترجمان ہے، فکری یلغار کا مقابلہ کرنیوالا، نوجوانوں کو صحیح ڈگر دکھانے والا، دینی راہ پر چلانے والا، صراط مستقیم پر گامزن کرنیوالا ہے، ادبی اور صحافتی میدان میں ایک اہم پیش رفت ہے، یہ اپنے قلمی محتویات، فکری جذبات، دعوتی انداز، اصلاحی طرز، تاریخی حقائق ودقائق، علمی وتحقیقی مضامین میں فکر نبویؐ کا آئینہ دار ہے، یہ خوابیدہ قلوب کو بیدار کرنے، عشق الٰہی کے کیف وسرور

کوجلا بخشنے، معاشرہ میں پھیلی خرابیوں کا سدباب کرنے، اور ماحول میں ایک نئی تبدیلی پیدا کرنے کیلئے میدان عمل میں مصروف ہے، اور ترقی کی جانب تیز گامی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کامیاب سفر میں رواں دواں ہے، اب یہ پختگی اور استقامت کے نئے مرحلے میں داخل ہوگیا ہے، اس چراغ نے اپنے نور سے قارئین کے دلوں کو منور کیا ہے، اس لئے پوری امت کی جانب سے داد ودہش کا مستحق ہے۔

یہ درحقیقت فکر اسلامی کا ترجمان ہے اور اس کے اداریوں و مضامین سے علم وعمل میں ادبی چاشنی وحلاوت، باطنی سوز وساز، انسیت اکابر کی موج زنی اور شراب معرفت سے سیرابی ہوتی ہے، فکری بلندی، جذبات کی پاکیزگی امنگیں لیتی ہے، یہ ایک کھلتا ہوا پھول ہے جو اپنی عطر بیز خوشبو کا اثر قارئین کے جسم وروح پر چھوڑتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس اسلامی قاصد کا انتظار کیا جاتا ہے، اور یہ سمجھتے ہیں نہ جانے کب ڈاکیہ ہمارے یہاں آئے، اور اس کے ہاتھوں میں ''نقوش اسلام'' ہو، ہزاروں نکلنے والے مقبول ومؤقر رسالوں میں اس نے اپنی پہچان بنائی ہے، علمی مجالس واہل قلوب کے یہاں اس کا نام لیا جاتا ہے جس کا مشاہدہ نہ جانے کتنی مرتبہ راقم کرچکا ہے، یہ اس کے عنداللہ وعندالناس مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

دوآبہ کی سرزمین بڑی زرخیز اور مردم ساز ہے، اس مٹی سے جنم لینے والا ''نقوش اسلام'' ایک غیر ذی روح وجود ہے، اور اب یہ رسالہ اس خطہ کی پہچان علمی و مذہبی شناخت کا ایک معتبر حوالہ بن گیا ہے، اور اس گل سرسبد کی خوشبو سے نہ جانے کتنے اذہان کو علم وعمل کی خوشبو میسر آئی ہے، دلچسپی کی خاص وجہ کس کو شمار کرایا جائے، جس وقت پہلا شمارہ سامنے آیا اور اس کے رسم اجراء کی تقریب عمل میں آئی، میں بھی اس تاریخی پروگرام میں شریک تھا، اس وقت سے آج تک اس رسالہ سے میرا قلبی اور تحریری تعلق ہے اور ہر ماہ پابندی سے اس کے مضامین پر نظر پڑتی ہے چونکہ اس کی نسبت میرے مادر علمی کی جانب ہے، اس نے میرے قلم کو جنبش دینا سکھایا، اس اعتبار سے اس کی اور میرے قلم کی پیدائش اسی سال کی ہے، اگر اس کی پوری عمر پر سرسری نظر ڈالی جائے، تو علمی وادبی شہ پاروں سے پر ہے، اس نے شروع میں قارئین کو ہندوستان کے دستوری قوانین بھی بتلائے، اور مکتوبات اکابر سے بھی روشناس کرایا، اگر ایک جانب اس نے اصلاح معاشرہ پر بھرپور توجہ دی، تو حجاج کرام کو بھی حج وعمرہ کے طریقہ بتلائے، اگر ایک جانب اس نے سیاسی شعور کو بیدار کیا، تو دوسری جانب حالات حاضرہ میں مسلمانوں کو جینے کا صحیح طریقہ بتایا، اگر ایک جانب اس نے اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے سامنے رکھا تو دوسری جانب حکمتوں سے بھی مالامال کیا، اس نے مسلمانوں کو مادی قوتوں اور مغربی افکار سے متاثر ہونے سے روکا، فرق ضالہ کا مقابلہ بھی کیا، اسلام کی ہمہ گیری اس کا دامن رحمت بتلاکر پیام انسانیت بھی سنایا، مستشرقین کے اعتراضات کا جواب دے کر اسلام کے قائدانہ روپ کو بھی واضح کیا۔

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' اگر ایک جانب دینی، دعوتی، علمی اور ادبی سرمایہ دنیا کے سامنے پیش کیا، تو وہیں تحقیقی اور اصلاحی مضامین کے ذریعے اپنے آپ کو مرجع کی حیثیت سے روشناس کرایا، اگر ایک جانب رہنمائے سلوک وطریقت بتلائے، تو دوسری جانب امامت کے احکام و مسائل بھی سکھلائے، اگر ایک جانب بزرگوں کی زندگیوں سے امت کو واقف کرایا، تو دوسری جانب اسلام میں پردہ کی اہمیت بھی بتلائی، اس نے مدارس کے نظام کا تحلیلی جائزہ بھی لیا اور عقائد وارکان اسلام پر مرمٹنے کا جذبہ بھی فراہم کیا، اس عرصہ میں اس رسالہ میں شائع شدہ مضامین جواب تک کتابی شکل میں لائبریریوں کی زینت بنے ہیں اور جن سے عوام وخواص شب وروز فائدہ اٹھا رہے ہیں، ان کی تعداد بھی تین درجن سے زائد کتابیں اب تک شائع ہوچکی ہیں، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کو یونہی برقرار رکھے اور اس کے ذریعہ دعوت دین کی نشر واشاعت کا کام ہو اور اللہ تعالی جملہ کارکنان ومعاونین کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔

جائزہ

گداگری اسلام میں ناپسندیدہ عمل

مولانا کبیر الدین فاران مظاہری ناظم مدرسہ قادریہ مسروالا، ہماچل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جب جمعہ کی نماز ہوجائے تو روئے زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو (الجمعہ: ۱۰) اور اللہ تعالیٰ نے دن کو تلاش معاش کے لیے بنایا ہے (النباء: ۱۱) اور زمین میں انسان کی روزی رکھ دی گئی ہے (الاعراف: ۱۰) اور اسکی تلاش میں قریب و بعید کے سفر کی اجازت دی گئی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے آسانیاں پیدا فرمائی ہیں اور اسے اپنے انعامات واحسانات میں شمار کیا ہے، دوران سفر عبادت وغیرہ میں بہت ساری رخصتیں دی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کریں گے اور بعض لوگ اللہ کے راستے میں جنگ کریں گے لہٰذا تمہارے لیے جو آسان ہو وہ پڑھو''۔ (المزمل: ۲۰)

ذریعہ معاش اختیار کرنا انبیاء کی سنت ہے چنانچہ حضرت آدمؑ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے کھیتی کی، حضرت ادریسؑ سلائی کا کام کیا کرتے تھے، حضرت نوحؑ نے کشتی بنائی، حضرت ابراہیمؑ کپڑے کی تجارت کرتے تھے، حضرت زکریاؑ بڑھئی کا کام کرتے تھے، حضرت داؤدؑ لوہے سے زرہیں بنایا کرتے تھے۔

حضرت داؤدؑ کی عادت شریفہ تھی کہ بھیس بدل کر رات کو اکیلے پھرا کرتے، کوئی ملتا اس سے دریافت کرتے داؤدؑ کی کوئی اچھی یا بری خصلت جانتے ہو؟ اتفاقاً ایک دن حضرت جبرئیلؑ انسانی شکل میں آپ سے ملے آپ نے دریافت کیا کہ داؤد کے حق میں تو کیا کہتا ہے، جبرئیلؑ نے کہا وہ پیغمبر خدا ہے، صاحب کتاب اور بادشاہ وقت بھی ہے، اگر ان میں ایک خصلت نہ ہوتی تو بہت اچھا تھا یعنی اگر وہ روزی اپنے ہاتھوں کی کمائی سے پیدا کرتا اور بیت المال سے نہ کھاتا، حضرت داؤدؑ یہ سن کر گھر لوٹے دربار خداوندی میں آہ وزاری کے ساتھ مناجات کرتے ہوئے دعا کی الہٰ العالمین مجھے کوئی دست کاری نہیں آتی کوئی فن سکھلا دیجئے جو میری روزی روٹی کا سبب بن سکے، اللہ نے انہیں زرہ بنانے کی تعلیم دی۔

اور خود پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائیں اور تجارت کی اور آپ صحابہ کرامؓ کو بھی کام کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے، گھروں کے چھوٹے بڑے کام خود کرلیا کرنا، مزدوروں اور ماتحتوں کا تعاون کرنا اور رزق حلال کیلئے اسباب اختیار کرنے پر بار بار متوجہ کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کا حصہ تھا، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہاں سے تین میل دور وادئ قبا میں قیام فرمایا اور سب سے پہلے خدا کے گھر کی تعمیر کیلئے زمین حاصل کی اور مسجد کے کام میں بذات خود شریک رہے چشم فلک نے دیکھ لیا کہ اولین وآخرین کے سردار پھر ایک دفعہ مزدور کے روپ میں ہیں ہزاروں بادشاہت قربان ہوں اس سادگی پر۔

حضرت عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا عمروؓ! میں تمہیں ایک لشکر کے ساتھ بھیج رہا ہوں، میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صحیح سالم رکھے، تم مال غنیمت لیکر واپس آؤ، میرا جی چاہتا ہے کہ تمہارے پاس مال ودولت ہو، انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے مال ودولت کیلئے اسلام قبول نہیں کیا ہے میں نے تو اسلام سے رغبت ومحبت کی وجہ سے اسلام قبول کیا ہے اور اسلئے کہ آپ کی رفاقت نصیب ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمرو! اللہ کے نیک بندے کیلئے پاکیزہ مال اچھی چیز ہے''۔

کسب حلال کی اہمیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے بھی کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں کھایا کہ جو اپنے ہاتھوں کی محنت سے کما کر کھایا جائے اور پیغمبر خدا حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھوں سے کما کر

کھاتے تھے،ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ کونسی کمائی پاک ہے؟فرمایا! آدمی کا اپنا کوئی کام کرنا اور ہر تجارت جو پاکبازی کے ساتھ ہو،حضرت جابرؓ ابن عبداللہ صحابی سے مروی ہے کہ چندلوگ کمبل بدن پرڈالے ننگے پاؤں حاضر ہوتے ہیں کمبل پوشوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک پڑنی تھی کہ آپ کا چہرہ مبارک اداس ہوگیا اور زنانہ خانہ میں تشریف لے گئے (غالباً کوئی چیز نہ ملی) پھر باہر تشریف لائے حضرت بلالؓ کو بلوا کر فرمایا! مسلمانوں کو جمع کرو آپ نے ان غریبوں کی امداد پرلوگوں کو آمادہ فرمایا،جب امداد کا کافی سرمایہ جمع ہوگیا وہ پورا کا پورا ان کے حوالہ کر دیا حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ وہی چہرہ مبارک جوان غریبوں کو دیکھنے کے بعد اداس پڑ گیا تھا،پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو دیکھا کہ وہ سورج کی طرح دمک رہا ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری خصوصیت عموماً یہ تھی کہ بجائے دوسروں کے خود صاحب ضرورت کو آپ آمادہ فرماتے کہ اپنی دشواری کو اپنی توانائیوں کے ذریعہ حل کرے اللہ نے جو قدرت آدمی میں پیدا فرمائی ہے اسکا استعمال کرے،ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور امداد کے طالب ہوئے تو وہی جو ابھی ایک حاجتمند کو دوسروں سے کافی امداد دلا چکے تھے دوسرے ضرورت مند کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طرز عمل اختیار فرمایا وہ قابل عبرت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو نہ خود اپنے پاس سے کچھ دینے کی کوشش کی اور نہ ہی دوسروں سے دلوایا بلکہ ضرورت مند کو یہ فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ کہا! میں غریب اور نادار ہوں میرے پاس صرف ایک ٹاٹ ہے اسکے ایک حصہ کو اوڑھتا ہوں اور دوسرے کو بچھاتا ہوں اسکے سوا ایک پیالہ بھی ہے جس میں پانی پیتا ہوں'' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم انسانی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور معاشی قوتوں کو ابھارنے کیلئے بھی مبعوث ہوئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو حکم دیا کہ جاؤ اسی پیالہ اور ٹاٹ کو لے آؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اور ٹاٹ کو ہاتھ میں لیکر پکارا،کون ان دونوں کو خریدے گا مجلس سے آواز آئی میں ایک درہم میں لیتا ہوں،آپ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا ایک درہم پر کون اضافہ کریگا ایک صحابی نے عرض کیا کہ اللہ کے رسولؐ میں ان دونوں کو دو درہم میں خریدتا ہوں بہرکیف دو درہم پر بولی ختم ہوگئی اور وہ دونوں درہم انصاری حاجت مند کے حوالے کر دیئے اور ارشاد ہوا کہ ایک درہم سے اہل وعیال کیلئے اناج اور دوسرے سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حاجت مند انصاری نے ایسا ہی کیا اور کلہاڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی اپنے دست مبارک سے ٹھونک کر کلہاڑی انصاری کے حوالہ کر دی اور تاکیداً حکم دیا جاؤ لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور بیچو اور پندرہ دن تک ہرگز میرے پاس نہ آنا وہ چلے گئے اور پندرہ دن کے بعد خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور کہا اے اللہ کے نبی! ان پندرہ دنوں میں دس درہم آمدنی ہوئی جس سے گھر کی ضروریات کے سامان خریدے اسکا چہرہ کندن کی طرح چمک رہا تھا یہ رپورٹ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے لئے اچھا ہے اس بات سے کہ تم اس حال میں قیامت کے دن جاؤ کہ تمہارے چہرے پر گوشت نہ ہو، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں حصول معاش کی صلاحیتوں اور قوتوں کو بیدار کرنے کی اس قدر فکر تھی اور اسکی کتنی اہمیت تھی اسلئے اسلام نہیں چاہتا کہ جماعت کا کوئی بھی فرد اپنی توانائیوں کو ضائع کر کے دوسروں کی اکتسابی قوتوں سے ناجائز نفع اٹھائے۔

نماز تہجد کی فرضیت کا حکم اسلئے مسلمانوں سے اٹھایا گیا جس کے بارے میں خود قرآن میں اللہ نے فرمایا کہ ''اگر شب بیداری سب پر فرض کر دی جائیگی تو" فضلُ اللّٰہ "یعنی تلاش معاش کے فریضے سے کچھ لوگ محروم ہو جائیں گے'' قرآن کی اس آیت پاک میں غور فرمائیے کہ اسلام نے نماز تہجد کے فریضہ کا اٹھالینا تو گوارہ کیا لیکن تلاش معاش کے فریضہ سے لوگوں کو روکنا پسند نہ کیا۔

❁❁❁❁

یادرفتگاں

ہائے کیا لوگ تھے جو دام اجل میں آئے

(محمود عارف ندوی مرحوم)

مولانا فتح محمد ندوی، دہلی

راقم کو یہ معلوم نہیں کہ محمود بھائی سے پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی؛ لیکن دہلی میں باضابطہ طور پر گاہے گاہے ان سے یہ رسمی شناسائی محبت اور تعلق خاطر میں تبدیل ہوگئی، وقت کی رفتار کے ساتھ ان کی محبت دل میں جگہ بناتی گئی؛ لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ آپ کی حیات مستعار کے لحات جلد مکمل ہونے والے ہیں اور ہمیشہ کے لیے آپ ہم سے جدا ہوکر داغ مفارقت دے جائیں گے، انسان بہر حال انسان ہے، ٹال مٹول اور نظر انداز کرنا اس کی فطرت میں داخل ہے، بات آگے بڑھتی گئی، تعلقات میں اضافہ ہوتا گیا اور مجھے وہ دن بھی یاد ہیں جب محمود بھائی سے ملاقات ہوتی تو ان کے چہرے کی مسکراہٹ اور کوثر وتسنیم میں دھلی ہوئی ان کی زبان اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا وہ اخلاص جس کی گرمی سے دل پگھل کر آب ہوجاتا، جب بھی آپ سے ملاقات ہوتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ محبت اور پیار کا ایک مجسمہ سامنے ہے، جس سے ہم محوِ گفتگو ہیں، یقیناً ایک عجیب سی کیفیت تھی ان ملاقاتوں میں جو محمود بھائی سے ہوتی، حالانکہ آپ ہمارے معاصر تھے لیکن کیا مجال جو ان کے سامنے ہم ایسی بات کریں جو بے تکلّفانہ زندگی سے تعلق رکھتی ہوں، آپ کی محفل میں ضروری باتوں سے آگے بڑھنا ایک بڑی گستاخی تھی، کسی کی عیب جوئی، دل آزاری، تنقید یا کسی کے حوالے سے منفی سوچ وغیرہ جیسی بیماریوں سے محمود بھائی کا ذہن پاک اور صاف تھا، مثبت سوچ وفکر ہی سے محمود بھائی کا خمیر تیار ہوا تھا، اور یہی وہ عناصر خاص ہیں جو کسی کی شخصیت کو پروان چڑھانے میں اہم رول ادا کرتے ہیں، محمود بھائی کے یہی وہ وصف تھے جو ان کو معاصر دوستوں میں ممتاز رکھتے تھے، جبکہ آپ ابھی عمر کے ان مرحلوں میں داخل نہیں ہوئے تھے جہاں یہ سب چیزیں انسان کو میسر آتی ہیں؛ لیکن جس کے ساتھ خدا کا فضل شامل ہو اور وہ نوازنے پر آئے تو پھر کیا کہنے۔

محمود بھائی کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ صرف چند جملوں میں یہ احساس کرانے کا ہنر جانتے تھے کہ محبتوں کو سند کی ضرورت نہیں ہوتی، ان کی محبت اور تعلق داریاں ایسی تھیں جہاں نفاق، بناوٹ اور دکھاوا نہیں تھا بلکہ خلوص اور وضعداریاں تھیں، ہمیشہ ملاقات پر مجھ سے یہ ضرور پوچھتے کہ کیا کررہے ہو ملاقات کیوں نہیں کرتے، کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، ایک مرتبہ مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہوئی میں نے ان سے سوال کیا تو فوراً انتظام کردیا، کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ انتقال ہوگیا، پھر میں نے وہ رقم ان کے بھائی کو ادا کردی، غرض آپ ہمارے بڑے محسنوں میں سے تھے، سادہ طبیعت اور سادہ دل کے مالک، بہ قول عظیم شاعر ماہر القادری: ؎

تمنا پاک دل معصوم فطرت کس قدر سادہ
محبت سادگی ہی سادگی معلوم ہوتی ہے

کچھ ذکر محمود بھائی کی رفیقہ حیات کا، مرحوم کی عمر ابھی تقریباً پچیس سال کی رہی ہوگی، اس نوجوانی میں کتنی اور کیسی کیسی خواہشیں اس نئی نویلی دلہن کی ہوں گی جس کے ہاتھوں کی مہندی ابھی اداس بھی نہیں ہو پائی تھی، جس کی سب خواہشیں اور امیدیں ابھی سینے میں ہی دفن تھیں، بھائی بہن اور ماں باپ سے رخصت کے وقت کے آنسوؤں کی طغیانی ابھی باقی تھی؛ لیکن کیا کیا جائے! کہ آناً فاناً میں سب امیدیں ختم ہوگئیں اور سب ارمان عنقا ہوکر یہ خوشیوں بھری محفل بزم ماتم بن گئی، اس بات کا اندازہ ایک صنف نازک ہی لگا سکتی کہ شوہر اس کی زندگی

میں ایک سایۂ فگن اوراس ستون کے مانند ہوتا ہے جوسبھی وزن اپنے اوپر برداشت کرتا ہےاور بڑی بڑی آندھیاں اورزلزلوں سے بھی وہ ہار نہیں مانتا؛لیکن اب یہ ستون گرگیا اور یہ سایہ ہمیشہ کے لیے ان کی زندگی سے اٹھ گیا،محمود بھائی کی رفیقہ بے آسرا ہوگئی،اب وہ کس کا انتظار کریں گی،کس کواپنے غم سنائیں گی،کس سے اپنی خوشیوں کا اظہار کریں گی،کس کے سامنے اپنے اکلوتے بیٹے کے ناز پورا کرنے کیلئے کہیں گی، اوراب کون اس کی ناز آفرینی کرے گا،بقول پروین شاکر: ؎

عقب میں گہرا سمندر ہے سامنے جنگل
کس انتہا پے میرا مہرباں چھوڑ گیا

مولانا محمود عارف ندوی مرحوم اتر پردیش کے ایک علمی زرخیز ضلع سہارنپور کے ایک گاؤں کھیل پور میں ۱۰ جنوری ۱۹۸۹ء کو پیدا ہوئے، پھراپنے بڑے بھائی مفتی محمد انس قاسمی صاحب کے پاس چندی گڑھ میں ابتدائی تعلیم کے مرحلے طے کرکے مشہور دینی اور عصری علوم گاہ المہد الاسلامی مانک مئو میں پڑاو ڈالا، یہاں کے قابل قدر اساتذہ سے بھر پور استفادہ کر کے عالمی شہرت یافتہ ادارہ دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ میں مزید تعلیم کے لیے رخت سفر باندھا،وہاں کے علمی اورفکری ماحول نے ان کی علمی تشنگی کواور بھڑکا دیا،اب ان کی فکر کی جولانگاہ کسی ایسے ادارے کی تلاش میں سرگرداں تھی جو ان کو رفعت ثریا کی سیر کرائے،اس کے لئے آپ کی نظر جامعہ ملیہ اسلامیہ پر گئی، یہاں سے BA in Arabic. MA in Arabic. PhD in arabic اور ساتھ ہی یو جی سی کا اسکالرشپ (JRF) پاس کر کےعلم کا یہ ماتم گسار اچانک کرنٹ لگنے سے ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوگیا، اللہ آپ کی قبر پر ہمیشہ رحمت کے پھول برسائے، بہرحال آپ کی موت ہم سب اور بطور خاص آپ کے بوڑھے ماں باپ کے لیے ایک ناقابل بیان حادثہ ہے، کیونکہ ماں باپ کے لیے نوجوان بیٹے کی موت، پھر باپ کا اپنی جوان اولاد کواپنے نقاہت بھرے کاندھوں سے اٹھانا اورقبر کے دہانے تک لے جانا کسی قیامت سے کم نہیں ہوتا، سوائے ماں باپ کے ان صبر آزماں مرحلوں کا انداز ہ اورکوئی محسوس نہیں کرسکتا، یقیناً یہ کوہ گراں غم ہر ماں باپ کونڈھال بنا دیتا ہے، تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ جوان اولاد کی موت ماں باپ کیلئے جاں بلب ثابت ہوئی، آخر میں آپ کے ماں باپ بھائی بہن عزیز و اقارب اور پوری ندوی برادری سودا کے اس شعر کے ساتھ آپ کوخراج عقیدت پیش کرتی ہے: ؎

تنہا تیرے ماتم میں نہیں یہ رات سیاہ پوش
رہتا ہے سدا چاک گریباں سحر بھی

عورتوں کوحمام میں غسل کی ممانعت

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص اللہ اورآخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو،اس پرلازم ہے کہ بغیر تہبند کے حمام میں داخل نہ ہو، اور جوشخص اللہ اور اس آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اپنی بیوی کوحمام میں داخل نہ کرے اور جوشخص اللہ اورآخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہوکسی ایسے دسترخوان پرنہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔(ترمذی ونسائی)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ لکھتے ہی کہ''کیا آج کے ہوٹل حماموں سے کچھ کم ہیں جن میں عورتوں کا خلوتوں میں لایا جانا ایک مستقل بیوپار کی صورت اختیار کرچکا ہے، کیا کلب اورعام پارکس کچھ ان حماموں سے کم ہیں، جن میں اختلاط کے اوقات کی مستقلاً تعیین ہوتی ہےاوروعدوں کے ساتھ ایسے اختلاط عمل میں آتے ہیں، کیا آج کل کے اسکول حماموں سے کم ہیں، جن میں لڑکیاں اپنے مربیوں کی حفاظت سے الگ کرکے اجنبیوں کے رحم وکرم پر گھروں سے باہر بھیج دی جاتی ہیں، پھرکیا کیا حوادث ظہور پذیر نہیں ہوتے؟اور کیا یہ سب کچھ اس تبرج جاہلیہ کاعکسی رخ نہیں ہے، جس کی ممانعت وتغیر پر قرآن کریم نے اپنا سارازورصرف کردیا تھا''۔(اسلام میں پردہ کی اہمیت:مؤلفہ سارہ عزیزی)

❁❁❁❁

فضائل

شکر کی فضیلت-قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

اللہ تعالی نے ارشادفرمایا:"وَاِذْ تَـأَذَّنَ رَبُّـكُـمْ لَـئِـنْ شَـكَـرْتُـمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ"۔(سورۂ ابراہیم آیت ۷)

اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو مطلع فرمادیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دوں گا، اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب سخت ہے۔(تفسیر انوارالبیان)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ آیت:"واذ تأذن ربکم" بھی حضرت موسی علیہ السلام کا مقولہ ہے، مطلب یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالی کی نعمتیں یاد دلانے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ تم اللہ تعالی کے شکر گزار بندے بنو، اللہ تعالی نے یہ اعلان فرمادیا ہے کہ نعمتوں کی شکر گزاری پر اللہ تعالی کی طرف سے مزید انعامات ملیں گے، اور جب کہ شکر نعمتوں کے زیادہ ہونے کا سبب ہے، اسی طرح سے ناشکری اللہ تعالی کے عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب ہے لہٰذا زبان سے بھی اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا جائے، اور دل سے بھی اور اعضاء وجوارح سے بھی اور اعضاء وجوارح کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالی کی فرمانبرداری میں لگائے اور اللہ تعالی کی نافرمانی سے بچائے، اللہ تعالی کی طرف سے جو مال ملے اس کو فضول نہ اڑادے، طاعات میں خرچ کرے، گناہوں میں خرچ کرنے سے بچے، شکران سب باتوں کو شامل ہے، اور ان سب امور کے خلاف اختیار کرنا ناشکری ہے، جس طرح شکر گزاری کی وجہ سے نعمتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے، اسی طرح ناشکری کی وجہ سے نعمتیں چھین لی جاتی ہیں اور طرح طرح کے مصائب ومشکلات، دکھ، تکلیف اور عذاب میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔

"وَقَـالَ مُوسٰى اِنْ تَكْفُرُوا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعاً فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيْدٌ"۔(سورہ ابراہیم آیت ۸)

اور موسی علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم اور وہ سب لوگ جو زمین میں ہیں اللہ تعالی کی ناشکری کرو تو بلاشبہ اللہ تعالی بے نیاز ہے، ستودہ صفات ہے۔(تفسیر انوارالبیان)

یعنی اللہ تعالی غنی ہے، بے نیاز ہے، حمید ہے، سب تعریفوں کا مستحق ہے، اسے کسی کے شکر کی حاجت نہیں ہے، تم سب اور زمین کے رہنے والے تمام افراد اگر اللہ تعالی کی ناشکری کریں تو اس بے نیاز ذات کا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا، شکر گزاری میں تمہارا اپنا ہی نفع ہے، ناشکری میں تمہارا اپنا ہی نقصان ہے، تم اس کی حمد نہ کرو، تو اللہ تعالی کے سارے فرشتے اور کائنات کا ذرہ ذرہ کررہا ہے، صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے جس میں حق تعالی نے فرمایا اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے جن وانس سب کے سب ایک اعلی درجہ کے متقی شخص کے نمونے پر ہوجائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ بڑھ نہیں جاتا، اور اگر سب اگلے پچھلے جن وانس مل کر بفرض محال ایک بدترین جیسے ہوجائیں (العیاذ باللہ) تو اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی۔

شکر کی حقیقت:

نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا اور اس سمجھنے سے دو باتیں ضرور پیدا ہوتی ہیں: ایک منعم سے خوش ہونا، دوسری اس کی خدمت گزاری اور امتثال امر میں سرگرمی کرنا یعنی جو حالت طبیعت کے موافق ہو خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو اس حالت کو دل سے خداوند کریم کی نعمت

سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی لیاقت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خداوند کریم کی تعریف کرنا اور اس نعمت کا جوارح یعنی اعضاء وغیرہ سے اللہ تعالی کی نافرمانی اور گناہوں میں استعمال نہ کرنا بلکہ اس نعمت کو اس کی رضامندی میں استعمال کرنا شکر ہے، اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب مخلوق کی پیدائش کے اغراض و مقاصد اور یہ بات معلوم ہو جائے کہ کیا کیا چیز کس کس کام کے لئے پیدا ہوئی ہے، مثلاً آنکھ اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالی کی کتاب یعنی قرآن کریم اور علم دین کی کتابوں کو دیکھنے اور آسمان وزمین چاند وسورج پہاڑوں، دریاؤں جیسی بڑی مخلوق کے اس غرض سے مشاہدہ کرنے میں صرف کرے کہ عبرت حاصل ہو اور خالق برتر کی عظمت وکبریائی سے آگاہی ہو، نیز ستر کے دیکھنے اور غیر محرم عورتوں پر نظر ڈالنے اور دیگر ممنوعات سے روکے رکھے۔

اسی طرح کان ایک نعمت ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن و احادیث اور ان باتوں کے سننے میں استعمال کرے جو آخرت میں نفع دین اور ہجو، لغو اور فضول کلام سننے سے روکے، اور زبان ایک نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو یاد خدا حمد وثنا اور اظہار شکر میں مشغول رکھے اور تنگ دستی یا تکلیف میں شکوہ وشکایت سے باز رکھے، اگر کوئی حال پوچھے تو شکایت کا کلمہ نہ نکلے؛ کیونکہ شہنشاہ کی شکایت ایسے ذلیل وبے بس غلام کے سامنے زبان سے نکلنی جو کچھ نہیں کرسکتا، بالکل فضول اور معصیت میں داخل ہے اور اگر شکر کا کلمہ نکل گیا تو طاعت میں شمار ہوگا۔

یہ زبانی الحمدللہ کہنا محض درجہ عنوان میں ہے، یہ چھلکا ہے جس میں گری نہیں یعنی الفاظ شکر ہیں معنی شکر نہیں اور جب معنی شکر نہیں تو شکر نہیں جیسے کوئی بادام خریدے اور اس میں مغز نہ نکلے اور خالص چھلکا ہو تو بادام نہ کہلائے گا، اسی طرح ہر عمل کا ایک مغز اور روح ہے اور ایک پوست اور صورت ہے، پس شکر کی روح یہ ہے کہ منعم اور نعمت کی دل سے قدر ہو، ابتدائی درجہ تو مرتبہ عقلی ہے کہ حق تعالی کو منعم حقیقی جانے اور عقلاً اس کی قدر پہچانے اور انتہائی درجہ یہ ہے کہ اس کا اثر طبع اور جوارح اور حرکات وسکنات میں نمایاں ہو یعنی تمام اعتقادات، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت وغیرہ شریعت کے مطابق ہوں۔

شکر کا محل نعمت ہے اور نعمت کی حقیقت یہ ہے کہ: ”اَلنِّعْمَةُ حَالَةٌ مَلَائِمَةٌ لِلنَّفْسِ“ نعمت وہ حالت ہے جو کہ نفس کے لئے خوشگوار ہو، حالات جو اس کی مرضی کے موافق ہیں موقع شکر ہیں یہ کہ اس نعمت کو حق تعالی کی طرف سے جانے، اتراوے نہیں، اپنا کمال نہ سمجھے، غافل اور بھولنے والا نہ ہو اور نعمت میں مشغول ہو کر رب نعمت کو نہ بھولے۔

صحیح مسلم اور مسند احمد میں بروایت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا ہر حال بہتر ہے، خیر ہی خیر اور بھلا ہی بھلا ہے (یعنی چت بھی اس کی، پٹ بھی اس کی) اور یہ بات سوائے مومن کے اور کسی کو نصیب نہیں کیونکہ مومن کو اگر کوئی راحت نعمت یا عزت ملتی ہے تو وہ اس پر اللہ تعالی کا شکر گزار ہوتا ہے، جو اس کے لئے دین و دنیا میں خیر اور بھلائی کا سامان ہوجاتا ہے، دنیا میں تو حسب وعدۂ الٰہی نعمت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور قائم رہتی ہے اور آخرت میں اس کے شکر کا اجر عظیم اس کو ملتا ہے، اور اگر مؤمن کو کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آجائے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے، اس کے صبر کی وجہ سے وہ مصیبت بھی اس کے لئے نعمت وراحت کا سامان ہوجاتی ہے (دنیا میں اس طرح کہ صبر کرنیوالوں کو اللہ تعالی کی معیت نصیب ہوتی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ“ اور اللہ جس کے ساتھ ہو انجام کار اس کی مصیبت، راحت سے تبدیل ہوجاتی ہے، اور آخرت میں اس طرح کہ صبر کا اجر عظیم اللہ تعالی کے نزدیک بے حساب ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ“ خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا کوئی حال برا نہیں ہوتا اچھا ہی اچھا ہے، وہ گرنے میں بھی ابھرتا ہے، اور بگڑنے میں بھی بنتا ہے، حدیث شریف میں ہے: ”اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شُکْرٌ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبْرٌ فَکَانَ خَیْرًا لَهٗ“ اگر اس کو راحت پہنچتی ہے تو

شکر کرتا ہے، اور اگر تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے، بس اس کے لئے بہتر ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلے جنت میں وہ شخص جائے گا جو خوشحالی اور سختی ہر حال میں اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہو، امام بیہقی نے بروایت حضرت انس نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے دو حصے ہیں: آدھا صبر اور آدھا شکر، حضرت فقیہ ابوالیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ جان لو کہ حمد اور شکر تمام اولین وآخرین کی عبادت رہی ہے، تمام اہل دنیا اور اہل جنت کا شیوہ ہے، انبیاء علیہم السلام کی عبادت ہے، یوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب چھینک آئی تو کہا: ''الحمدللہ'' اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو جب غرق فرمادیا اور ان کو اور اس وقت کے سب مومنین کو نجات بخشی تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ یوں کہیں:

''فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَعَکَ عَلَی الْفُلْکِ فَقُلِ الْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ'' یعنی فرمایا کہ جب آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کشتی پر سوار ہو جائیں تو یوں کہیں کہ حمد وشکر ہے اس خدا کا جس نے ظالم قوم سے ہمیں نجات بخشی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جو کہ خلیل الرحمٰن تھے، یوں عرض کرتے ہیں:

''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی وَهَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ اِنَّ رَبِّی لَسَمِیْعُ الدُّعَاء'' یعنی تعریف وشکر ہے اس خدا کا جس نے بڑھاپے میں مجھے اولاد عطا فرمائی، یعنی اسماعیل واسحاق کو ہمیں بخشا، اسی طرح داؤد اور سلیمان علیہما السلام نے فرمایا:

''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُومِنِیْنَ'' یعنی حمد ہے اسی اللہ کے لئے جس نے ہم دونوں کو اپنے بہت سے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی اور اہل جنت اللہ تعالی کی تعریف چھ مقامات پر کریں گے، ایک تو اس وقت جب اللہ تعالی یوں فرمائیں گے:

''وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ'' یعنی اے مجرمو! تم آج کے دن نیکوں سے الگ ہو جاؤ، پس جب مجرم لوگ علیحدہ ہو جائیں گے، تو اہل جنت کہیں گے: ''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ'' یعنی اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات بخشی۔

دوسرے اس وقت جب وہ پلصراط کو عبور کر لیں گے تو کہیں گے: ''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی اَذْهَبَ عَنَّا الْحُزْنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ'' یعنی اس اللہ کیلئے سب تعریف ہے جس نے ہم سے غم کو دور فرمادیا، بیشک ہمارا رب غفور بھی ہے اور قدرداں بھی۔

تیسرے اس وقت جب یہ لوگ ماء حیات سے غسل کر کے جنت کو باہر سے دیکھیں گے تو خوش ہو کر کہیں گے: ''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ'' یعنی اس کی تعریف ہے جس نے ہم کو جنت کا راستہ بتایا ورنہ تو اگر وہ ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت یاب نہ ہوتے۔

چوتھے اس وقت جب یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو کہیں گے: ''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ'' شکر ہے اس اللہ کا جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو جنت کا وارث بنایا۔

پانچویں اس وقت جب یہ لوگ اپنی اپنی جگہوں پر متمکن ہو جائیں گے تو کہیں گے: ''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحُزْنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ الَّذِی اَحَلَّنَا دَارَالْمَقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ'' یعنی اس خدائے پاک کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے ہم سے سب رنج وغم دور کر دیا، واقعی ہمارا رب مغفرت فرمانے والا اور قدرداں ہے جس نے ہم کو اپنے فضل وکرم سے ایسے آرام دہ دارالاقامہ میں ٹھہرایا۔

چھٹے یہ کہ وہ لوگ جب کسی چیز کے کھانے سے فارغ ہوں گے تو کہیں گے: ''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' شکر ہے پاک پروردگار کا جو عالم کا پالنے والا ہے۔

شکر کی اقسام:

شکر کی دو قسمیں ہیں: ایک شکر عام، دوسرے شکر خاص، چنانچہ شکر

عام یہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے اللہ تعالی کی حمد کرے اور اس بات کا اعتراف کرے کہ دنیا وآخرت کی سب نعمتیں اللہ تعالی ہی کی جانب سے ہیں، اور شکر خاص یہ ہے کہ انسان زبان سے تعریف کرے اور اپنے قلب سے یقین کرے کہ سب نعمتیں اللہ تعالی ہی کی جانب سے اس کا عطیہ ہے اور ہاتھ پاؤں اور جملہ اعضاء سے اللہ تعالی کی خدمت (یعنی عبادت) کرے، نیز اپنی زبان اور تمام اعضاء کو محرمات سے بچائے۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ شکر کی تکمیل تین چیزوں سے ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ جب اللہ تعالی تم کو کوئی چیز عطا فرمائے تو یہ دیکھو کہ یہ نعمت تم کو کس نے دی ہے، پس اس پر اس کا شکر ادا کرو اور اس کی تعریف کرو، دوسرے یہ کہ جو کچھ تم کو ملا ہے اس پر راضی رہو ناشکری نہ کرو، تیسرے یہ کہ جب تک اس چیز کا نفع تم کو پہنچتا رہے اور تمہارے جسم میں طاقت رہے اللہ تعالی کی نافرمانی مت کرو۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ دو نعمتیں اگر اللہ تعالی تمہیں عطا فرمادیں تو تم پر اس کا شکر اور حمد لازم ہے: ایک یہ کہ تم کو امیر یا سلطان کے دروازے کی حاضری سے بچالیں تو سبحان اللہ۔

دوسرے یہ کہ تم کو حکیم یا ڈاکٹر کے یہاں جانا نہ پڑے تو کیا کہنا، الحمدللہ۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کو بندے کا یہ طریقہ بہت پسند ہے کہ جب وہ ایک نوالہ کھائے تو خدا کی حمد (شکر) کرے یا ایک گھونٹ پانی پئے تب خدا کا شکر ادا کرے۔

حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے فرماتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی سب اولین وآخرین کو جمع فرمائیں گے پھر ایک منادی آکر بلند آواز سے اس طرح ندا دے گا کہ تمام مخلوق سنے گی، یہ کہے گا کہ آج کے دن ہر شخص جان لے گا کہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ومکرم کون لوگ ہیں، اچھا جو لوگ دنیا میں (رات کو میٹھی نیند سوتے سوتے) اپنی پشتوں کو اپنی خوابگاہوں سے جدا کرلیا کرتے تھے وہ کھڑے ہوجائیں، چنانچہ اس مجمع سے تھوڑے لوگ کھڑے ہوجائیں گے، پھر اعلان کرے گا کہ اچھا اب وہ لوگ کھڑے ہوجائیں جن کو بیع وتجارت (یعنی دنیا کی کوئی مشغولی) اللہ تعالی کے ذکر سے نہیں روکتی تھی، اس پر تھوڑے لوگ اور کھڑے ہوجائیں گے، پھر وہ اعلان کرے گا کہ اچھا اب وہ لوگ کھڑے ہوجائیں جو ہر خوشی وغم ومصیبت میں اللہ کی حمد کیا کرتے تھے، یہ سن کر فوراً تھوڑے سے لوگ اور کھڑے ہوجائیں گے، ان کو بغیر حساب جنت میں داخل کردیا جائے گا، اس کے بعد سب لوگوں کا حساب وکتاب ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد کے لئے نرم وگرم بستر کا ترک کرنا اور کسی دنیوی نفع کو دین کے نفع پر ترجیح نہ دینا اور ہر حال میں اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا، یعنی یہی کہنا کہ ''الحمدللہ علی کل حال'' یہ تین عمل ایسے ہیں کہ ان کے کرنیوالے خدا تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہوں گے، اور برسرعام اس کا اعلان کردیا جائے گا، وفقنا اللہ تعالی بہا۔ (آمین)

حضرت حسن سے مروی ہے کہ سیدنا حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے عرض کیا کہ اے اللہ تعالی بھلا کیوں کر ممکن ہوسکا، حضرت آدم علیہ السلام سے کہ آپ نے ان پر جو انعامات فرمائے مثلاً ان کو اپنے ہاتھ سے بنایا پھر اپنی روح ان میں پھونکی اور اس کے بعد اپنے باغ جنت میں ان کو رکھا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کی تعظیم بجالائیں یعنی سجدہ کریں کہ وہ آپ کی ان تمام نعمتوں کے شکر سے عہدہ برآ ہوسکے، ارشاد فرمایا کہ اے موسی! آدم نے یہ جانا کہ یہ تمام چیزیں میری جانب سے تھیں یہ سمجھ کر ان پر میرا شکر ادا کیا، بس یہی ان تمام چیزوں کا شکر ہوگیا جو میں نے ان پر کیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں جس

کو مل گئیں اس کو دین و دنیا کی بھلائی نصیب ہوگئی، یعنی:

۱-لسان ذاکر۔

۲-قلب شاکر۔

۳-بدن صابر۔

۴-اور بیوی ایسی جو دنیا و آخرت میں میری معین و مددگار ثابت ہو اور پناہ ان چیزوں سے چاہتا ہوں، ایسی اولاد سے جو مجھ پر سردار ہو کر رہے اور ایسی بیوی سے جو مجھے بوڑھا ہونے سے پہلے بوڑھا کرے (افکار میں مبتلا کر کے) اور ایسے مال سے جو میرے لئے وبال بنے اور ایسے پڑوسی سے جو اگر میری کوئی بھلائی دیکھے تو اس کو چھپا لے اور اگر کوئی برائی دیکھ پائے تو اس کو شائع کر دے۔

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک دن اپنے پاس بیٹھنے والوں سے دریافت فرمایا کہ عافیت کسے کہتے ہیں؟ حاضرین میں سے ہر ایک نے کوئی کوئی بات کہی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انسان کے لئے چار چیزیں ہوں تو وہ عافیت والا سمجھا جائے گا، ایک تو یہ کہ رہنے کے لئے گھر ہو، دوسرے یہ کہ زندگی گزارنے کے بقدر روزی ہو، تیسری یہ کہ بیوی ایسی ملی ہو کہ اس سے راضی اور خوش ہو، چوتھی یہ کہ ہم لوگ اس کو نہ پہچان کر تکلیف نہ دیں، یعنی خلیفہ اس سے ناآشنا ہو اور چونکہ حکمراں ہے اس لئے کسی تکلیف میں مبتلا کر دے (یہ اس لئے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہؓ خود بھی ایک بادشاہ قسم کے خلیفہ تھے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جس میں اکثر لوگ گھاٹا اٹھائے ہوئے ہیں، ایک تو صحت، دوسری فراغت، یعنی جب یہ دونوں چیزیں ان کو حاصل رہتی ہے تب تو اس کی قدر نہیں کرتے اور جب زائل ہو جاتی ہیں تو پچھتانا پڑتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب کھانے میں چار چیزیں ہوں تو اس کی شان مکمل ہے ایک تو یہ کہ وہ حلال مال سے حاصل کیا گیا ہو، دوسرے یہ کہ جب کھانے لگے تو اس پر اللہ کا نام لے (بسم اللہ پڑھے) تیسرے یہ کہ برتن میں بہت سے ہاتھ پڑیں یعنی سب لوگ گھر والے یا دوست واحباب اس کو مل کر کھائیں، اور چوتھے یہ کہ جب کھا چکے تو الحمدللہ کہے۔

عمر بن کعب فرماتے ہیں کہ شکر عمل کرنے کا نام ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "اِعۡمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكۡراً" یعنی ایسا عمل کرو جس کے ذریعہ تم خدا کا شکر ادا کرسکو۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دو خصلتیں ہیں جس شخص میں ہوں اللہ تعالی اس کو اپنے یہاں صابر وشاکر لکھ لیتے ہیں، ایک تو یہ کہ دین کی باتوں میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے تاکہ اس کا اتباع کرے (اور خود ویسا ہی بننے کی کوشش کرے) اور دنیوی امور میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تاکہ اللہ تعالی کی حمد اور شکر کا داعیہ پیدا ہو (یعنی دینی زیادتی پر شکر کی توفیق ہو)۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام سے فرمایا کہ میں آپ کے بعد ایک ایسی امت پیدا کرنے والا ہوں کہ اگر ان کی دلی مراد پوری ہو اور کام حسب منشاء ہو جائے، تو وہ شکر ادا کریں گے، اور اگر ان کی خواہش اور مرضی کے خلاف ناگوار اور ناپسندیدہ صورت حال پیش آ جائے تو وہ اس کو ذریعہ ثواب سمجھ کر صبر کریں گے، اور یہ دانشمندی اور بردباری ان کی اپنی ذاتی عقل وحلم کا نتیجہ نہیں بلکہ ہم ان کو اپنے علم وحلم کا ایک حصہ عطا فرمادیں۔

ذکر وشکر کا حکم:

"فَاذۡكُرُونِی اَذۡكُرۡكُمۡ وَاشۡكُرُوا لِیۡ وَلَاتَكۡفُرُونَ"۔ (سورۂ بقرہ آیت ۱۵۲) تم مجھ کو یاد کرو (فرمانبرداری کے ساتھ) میں تمہیں یاد کروں گا (ثواب دے کر) اور میرے شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: دعا وتقدیر

مؤلف: محترمہ سیدہ خیر النساء بہتر (والدہ ماجدہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ)

تحقیق وتعلیق: مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی

صفحات: ۸۸/

ناشر: ایچ، ایم، حسن ٹرسٹ، حیدرآباد

پیش نظر کتاب میں حضرت مخدومہ خیر النساء بہتر نے دعا وتقدیر کے بارے میں اپنے تجربات کی روشنی میں اچھی معلومات پیش فرمائی ہے، اپنی دعا اور دلی جذبات بھی پیش فرمائے، حقیقت دعا پر اچھی بحث ہے، جس کو قرآن وحدیث سے مدلل کیا ہے، اس طرح تقدیر کے سلسلہ میں اچھی خاصی معلومات ہے، پھر دعا کے فوائد اور کچھ اپنے تجربات اور پھر کچھ دعائیں بھی نقل کی ہے، کتاب کے اہم ہونے کے لئے حضرت مفکر اسلام جیسی عظیم شخصیت کی والدہ محترمہ ہونا ہی کافی ہے، پھر مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی نے بعض چیزوں کی تحقیق وتعلیق بھی کی ہے، ہمارے کرم فرما محترم جناب الحاج محمد عثمان صاحب حیدرآبادی نے اپنے ٹرسٹ سے اس کی اشاعت کی ہے، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نام کتاب: دعوت وتبلیغ کے اکابر ثلثہ

مؤلف: مولانا مفتی احمد رمضانی بن صدیق سندھی

صفحات: ۸۸/

پیش نظر کتاب مفتی احمد رمضانی خادم مدرسہ انوار الاسلام پولن بازار گودھرا، گجرات کی تصنیف لطیف ہے، جس میں انہوں نے اکابر ثلثہ یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانی تبلیغی جماعت، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کے مختصر ومنتخب سوانح وملفوظات اچھے اسلوب اور سہل زبان میں تحریر فرمائے ہیں، ہر ایک کے تذکرہ کے بعد ہر شخصیت کے مختصر اہم ملفوظات بھی نقل فرمائے ہیں، جس سے یہ مختصر کتاب بہت اہم ہوگئی ہے، تینوں بزرگوں کے حالات سے واقفیت حاصل کرنیوالے حضرات کے لئے خاصے کی چیز ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے۔

نام کتاب: لڑکیاں تقریر کیسے کریں؟

مؤلف: مولانا محمد یعقوب ندوی

صفحات: ۲۱۶/

ناشر: مکتبہ سلیمانیہ، پپلی مزرعہ، یمنا نگر، ہریانہ

پیش نظر کتاب ''لڑکیاں تقریر کیسے کریں؟'' مولانا محمد یعقوب صاحب ندوی کی ترتیب دی ہوئی اچھی معلومات اور مواد پر مشتمل ہے، یہ تقریریں بچیوں کی صلاحیت کو اجاگر کرنے کیلئے بہترین شاہکار ہیں جو نہایت آسان اور سہل زبان میں ہیں، اس کتاب کی خصوصیات میں سے یہ بات ہے کہ اس میں چھوٹی چھوٹی تقریریں جمع کی ہیں، تاکہ ہر ایک بچی اس کو یاد کر سکے اور فائدہ اٹھا سکے، جو معلومات سے بھرپور ہیں، امید ہے کہ مدارس واسکول کالجیز میں پڑھنے والی طالبات فائدہ اٹھائیں گی، اللہ تعالی مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نام کتاب: تصوف اور توبہ

مؤلف: مولانا سید عزیر اکرم حسنی

صفحات: ۸۰/

ناشر: مکتبۃ العزیزیہ سنسار پور، سہارنپور، یوپی

پیش نظر کتاب ''توبہ اور تصوف'' عارف باللہ حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسار پوری مدظلہ العالی کے پوتے اور مولانا سید مسرت حسین صاحب مرحوم کے بیٹے عزیزم مولانا سید عزیر اکرم حسنی سلمہ کی پہلی کاوش ہے، جس میں انہوں نے قرآن وحدیث اور اقوال سلف کی روشنی میں توبہ کی ضرورت، فضیلت اور حقیقت وفوائد پر اچھی بحث کی ہے، پھر تصوف وسلوک کے سلسلہ میں بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں اچھی تشریح پیش کی ہے، پھر بیعت، اس کے فوائد، شیخ کی پہچان، شیخ کامل کی صحبت کے فوائد وغیرہ اچھی معلومات جمع کی ہے، مبتدی کیلئے یہ کتاب ایک رہنما اور گائڈ لائن کی حیثیت رکھتی ہے، امید ہے کہ قارئین حاصل کر کے فائدہ اٹھائیں گے، اللہ تعالی مؤلف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید اس طرح کی علمی سوغات پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ

اجمالی تعارف

حمیداللہ قاسمی کبیرنگری

تمہید:

مظفرآباد ضلع سہارنپور کا ایک مشہور ومعروف قصبہ ہے، اس قصبہ کے محلّہ مظفری میں منشی عبدالعزیز صاحب کے گھر حافظ عبدالستار صاحب عزیزی کی پیدائش یکم اپریل ۱۹۳۲ء جمعہ کے روز ہوئی، منشی عبدالعزیز صاحب ایک صاحب دل، عبادت گذار اور نیک وپرہیزگار انسان تھے، جن کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا تھا، منشی عبدالعزیز صاحبؒ کا جہاں ایک طرف علماء ربانیین اور صلحاء متقین سے گہرا تعلق تھا، وہیں دوسری جانب علاقہ کے اہل ثروت اور رؤساء حضرات بھی آپ سے تعلق رکھتے تھے، چونکہ آپ علاقہ کے ایک بڑے رئیس اور زمین دار بھی تھے: ؎

موت اس کی ہے، کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو آئے ہیں سبھی دنیا میں مرنے کے لئے

ابتدائی تعلیم:

آپ کی ابتدائی تعلیم محلّہ کی مسجد میں ہوئی، نورانی قاعدہ نصف حصہ حافظ محمد حسن صاحب جمال پوریؒ کے پاس پڑھا، پھر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک رائے پور کے چھپر والے مدرسہ میں داخلہ لیکر تعلیم حاصل کی، جس کے ذمہ دار حافظ محمد یوسف صاحب پٹلوکریؒ تھے، وہاں پر میانجی محمد اسماعیل صاحبؒ کے پاس بقیہ نصف قاعدہ پڑھا، جو روگلیے کے نام سے مشہور تھے۔

دینی تعلیم:

آپ نے تیسواں پارہ قاری عبدالمجید صاحبؒ میواتی نومسلم کے پاس پڑھا، ''تبارک الذی'' اور ''قد سمع اللہ'' حافظ امیر حسن صاحب عالم پوریؒ کے پاس پڑھا، اس کے بعد ''اتل ما اوحی'' تک حافظ شریف احمد صاحبؒ پپلی مزرعہ کے پاس پڑھا، اردو کی بعض کتابیں بھی انہیں کے پاس پڑھی، ہندی کا ابتدائی قاعدہ حافظ شبیر احمد صاحب مرزاپوریؒ کے پاس پڑھا، جو جامع مسجد کے مدرسہ کے صدر مدرس تھے، پھر جون ۱۹۴۹ء میں رائے پور سے سنسارپور مدرسہ فیض رحمانی میں آکر داخلہ لیا، اور وہاں حافظ محمد شفیع خانصاحب سنسارپوریؒ کے پاس پورا قرآن شریف مکمل کیا، تیسیر المبتدی اور فارسی میں گلستاں اور بوستاں حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری مدظلہ کے پاس پڑھیں، جو اس وقت نئے نئے مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ ہوکر آئے تھے۔

دنیاوی تعلیم:

۱۹۵۳ء میں مظفرآباد میں پرائمری اسکول میں داخلہ لے لیا، اور جولائی ۱۹۵۴ء میں چھٹی پاس کی، پھر ۱۹۵۵ء میں ساتویں کلاس پاس کی، جونیئر ہائی اسکول جولائی ۱۹۵۶ء میں مظفرآباد سے سہارنپور کے ایک گاؤں سلونی میں چلا گیا تھا، اس لئے جولائی ۱۹۵۶ء میں جونیئر ہائی اسکول سنسارپور میں داخلہ لیا اور وہاں ہیڈ ماسٹر عبداللطیف خانصاحبؒ اور ملا محمد یامینؒ کے پاس پڑھا، بالآخر ۱۴؍اپریل ۱۹۵۷ء میں آٹھویں کلاس پاس کی۔

آپ کے اساتذہ کرام:

آپ کے اساتذہ میں قاری عبدالحمید صاحب میواتی، حافظ امیر حسن صاحب عالم پوری، حافظ شریف احمد صاحب پپلی مزرعہ، حافظ شبیر احمد صاحب مرزاپوری، حافظ محمد شفیع صاحب سنسارپوری، ملا محمد یامین صاحب، حافظ محمد حسن صاحب، حافظ محمد یوسف صاحب، میانجی محمد اسماعیل صاحب، ماسٹر عبداللطیف خان، ماسٹر جے بھگوان اور حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری دامت برکاتہم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کے تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی ایک خاصی تعداد ہے جن میں خاص طور سے مولانا مرتضی حسین صاحب دارالعلوم دیوبند، مولانا ابوالحسن مظاہری محرر جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، مولانا قاری عاشق الٰہی صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، مولانا جمشید علی صاحب نائب مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، مولانا صغیر احمد قاسمی استاد جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، مولانا ظریف احمد صاحب ندوی، قطر اور مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم جنوبی افریقہ قابل ذکر ہیں۔

ملازمت:

۱۳/اگست ۱۹۵۷ء میں ڈسٹک بورڈ کے پرائمری اسکول انور پور (برولی) میں مدرس ریاضی کے عہدے پر تقرر ہوگیا، اس کے بعد یکم ستمبر ۱۹۵۷ء کو یہاں سے بھوگپور گاؤں کے پرائمری اسکول میں ٹرانسفر ہوگیا، کئی سال یہاں تدریس کے بعد جولائی ۱۹۶۱ء میں گورنمنٹ کے نارمل اسکول مظفرنگر میں ماسٹری (H.T.C) کی ٹریننگ کے لئے گئے، وہاں دوسال رہ کر ۱۹۶۳ء میں ٹریننگ لیکر گھر واپس آئے، اور ایک سال تک گھر کے کاموں میں مشغول رہے، جولائی ۱۹۶۴ء میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب قاسمی مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کی خواہش اور اصرار پر جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں مدرس ریاضی کے عہدے پر تقرر ہوگیا، اور ۶/سال تک وہاں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر ۲۳/دسمبر ۱۹۶۹ء میں قریبی گاؤں نعمت پور میں برانچ پوسٹ ماسٹر کے عہدے پر فائز ہوئے جہاں پر ۳۴/سال تک مسلسل پوسٹ آفس میں بی پی ایم کے عہدے پر فائز رہے اور پوری ذمہ داری دیانت داری اور پابندی کے ساتھ اپنی ڈیوٹی انجام دی، اور اپنی مدت پوری کرنے کے بعد ۲۰۰۳ء ریٹائیرڈ ہوئے۔

آپ کی ملی اور دینی سرگرمیاں:

جب ۲۰۰۰ء میں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے ادارہ ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' کی بنیاد ڈالی تو پہلے ہی دن سے آپ نے اس ادارہ کی سرپرستی فرمائی اور اپنی آخری عمر تک اس کے سکریٹری اور خزانچی رہے، مرکز کے شعبہ ''دارالبحوث والنشر'' سے آپ کے اہتمام میں ۴۳/کتابیں شائع ہوئی، دس سال تک مرکز کے ترجمان ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے مدیر انتظامی رہے، حافظ صاحب نے اپنی پوری زندگی میں آرام کو کبھی گلے نہیں لگایا، مدارس کی زندگی بھی بھاگ دوڑ میں گزاری، جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں جہاں بیرونی طلبہ کیلئے ریلوے کنسیشن کو جاری کرایا وہیں جامعہ کیلئے مرغی فارم بھی کھلوایا، پرائمری منظور کرائی، حافظ صاحب ہمیشہ چاک و چوبند، چست اور ایکٹیو رہے، اگر ایک طرف ملازمت اور گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے تھے تو دوسری جانب قوم اور برادری کے لوگوں کی فکر میں رات دن لگے رہتے تھے اور ان کی ہر طرح سے مدد اور حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے، مظفرآباد سے لیکر سہارنپور اور سہارنپور سے لیکر تھانہ بھون اور جلال آباد آنا جانا لگا رہتا تھا، حافظ صاحب نے برادری کے لوگوں میں رسم ورواج اور شادی بیاہ کی غیر اصولی باتوں پر روک تھام لگانے میں انتھک جدوجہد کی اور جگہ جگہ جاکر لوگوں سے مل کر رسم ورواج کے خلاف جلسے جلوس کئے، نیز شریعت پر مکمل پابندی کرانے کی بھرپور کوشش کی، اور خود اپنی برادری کی جمعیۃ کے جنرل سکریٹری رہے، اور باضابطہ اس سلسلہ میں اصلاحی مضامین اور مقالات تحریر کئے، لوگوں اور اہل تعلق کو اصلاحی اور فکری خطوط لکھے، یہ سب باتیں آپ کی سرگرمیوں میں شامل تھیں، جس کی وجہ سے علاقے میں ان کی ایک چھاپ تھی۔

پسماندگان:

پسماندگان میں پانچ اولاد چھوڑیں، جو باحیات ہیں، ان میں سب سے بڑی لڑکی مفیدہ خاتون ہے، دوسری لڑکی محسنہ خاتون ہے، تیسری اولاد میں ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی ہیں، چوتھی اولاد میں لڑکی انیسہ خاتون ہے اور پانچویں نمبر پر حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب ہیں، جن کو انہوں نے تعلیم وتربیت کیساتھ بزرگوں سے تعلق قائم کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کی ترغیب دی ﴿بقیہ اگلے صفحہ ۴۲/پر﴾

جاری ہے روشنی کا سفر میرے بعد بھی

مولانا حبیب اللہ قاسمی شیخ الحدیث جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

مرشد گرامی حضرت الحاج مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی دامت برکاتہم خلیفہ اجل حضرت نانکویؒ مہتمم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم چھٹمل پور نے یہ المناک اندوہناک خبر دی کہ حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب کے والد گرامی حضرت الحاج حافظ عبدالستار صاحب عزیزی رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خبر کیا تھی رنج وغم کا ایک الارم تھا جو آج تک بج ہی رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کا وصال ہمارے لئے ایک گھریلو حادثہ سے کم نہیں، کیونکہ حضرت مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب ہمارے برادر عزیز جناب مولانا عزیزاللہ صاحب ندوی جنرل سکریٹری ادارۃ الصدیق عائشہ للبنات ہیٹ کے بہت قریبی تعلیمی ساتھی رہے، اور زمانہ طالب علمی میں ایک دوسرے کے گھر آمد ورفت اور افراد خانہ سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا، اس لئے حضرت مفتی صاحب ہم سبھی بھائیوں سے برادرانہ تعلقات رکھتے ہیں، اور ان کے والد گرامی مرحوم ہم سب کو پدرانہ شفقت ومحبت سے دیکھتے تھے، جب بھی کہیں ملاقات ہوتی یا ان کے محبوب ادارہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد میں حاضری ہوتی تو وہ جوش محبت میں کھڑے ہوجاتے، گلے لگاتے، خوشی سے حالات دریافت کرتے، ضیافت میں بڑھ کر حصہ لیتے، حتی کہ رخصت ہونے تک سایہ کی طرح ساتھ رہتے، ان کی عظمت ومحبت کی رعایت میں وہاں کے اساتذہ بالخصوص جناب مولانا حمید اللہ قاسمی کبیرنگری جن کو قلم وقرطاس سے فرصت ہی نہیں، اس خاکسار کے لئے اپنا قیمتی وقت فارغ کردیتے، اور ہر سہولت بہم پہنچانے میں پیش پیش رہتے، ایسی باغ وبہار شخصیت کی جدائی پر قلب حزیں اور دماغ افسردہ کیوں نہ ہو، حسرت ویاس کے عالم میں کہنا پڑ رہا ہے: ؎

وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی
اسی پہ ضرب پڑی جو شجر پرانا تھا

جامعہ کاشف العلوم کے قائد اعظم حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب مدظلہ العالی کی قیادت میں ایک وفد سمیت نماز جنازہ میں شرکت کے لئے ان کے وطن مظفری میں حاضری ہوئی، وہاں جاکر دیکھا کہ سوگواروں کا چہار سو جم غفیر ہے، جس میں عوام الناس کے علاوہ مدارس ومکاتب کے نظماء، علماء، مساجد کے ائمہ، خطباء، حفاظ وقراء اور ارباب عقل ودانش کی کثیر تعداد ہے، جو رجل موصوف کی محبت وعقیدت میں افتاں وخیزاں چلی آئی ہے، سب کے چہرے مغموم ہیں، کوئی ایسا نظر نہ آیا جس نے اس صدمہ کی کسک محسوس نہ کی ہو، سچ ہے: ؎

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو سب آئے ہیں اس دنیا میں مرنے کیلئے

نصیبہ کی بلندی دیکھئے کہ نماز جنازہ مرشد کامل عارف باللہ حضرت الحاج مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری صاحب ادام اللہ فیوضہم نے ادا کرائی، اور اعزہ واقرباء، علماء وصلحاء کے ہاتھوں ان کی تدفین آبائی قبرستان میں ہوئی، اللہ غریق رحمت فرمائے، آمین۔

حضرت منشی عبدالستار صاحب عزیزی نے موت کے اٹل قانون کو گلے لگایا، ہر شخص کو اپنے مقررہ وقت پر موت کا مزہ چکھنا ہے، اس سے کسی کو مفر نہیں، یہ ایسی حقیقت ہے جس کا نہ کوئی انکار کرسکتا ہے، نہ اس کو

کوئی ٹال سکتا ہے، اس میں تقدیم وتاخیر کی کوئی گنجائش ہے نہ پیر وجواں کی کوئی قید "اذا جاء اجلهم لايستأخرون ساعة ولا يستقدمون" کے سامنے سب سرنگوں ہیں، ایک شاعر کیا خوب ترجمانی کر گیا ہے: ؎

نہ نبی رہے، نہ ولی رہے، نہ غنی رہے، نہ سخی رہے
سبھی جا رہے ہیں کشاں کشاں کوئی قید پیر وجواں نہیں

دنیا میں کتنے ہی انسان روزانہ لقمہ اجل بنتے ہیں اور ان کا کوئی نام لیوا نہیں ہوتا، لیکن اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو جسمانی طور پر تو فنا ہو جاتے ہیں؛ لیکن ان کا کردار، ان کو زندہ جاوید بنا دیتا ہے، وہ اپنے کارناموں کی وجہ سے یاد رکھے جاتے ہیں، مرحوم ومغفور بھی ایسے ہی باکردار شخص تھے، انتہائی خلیق، متواضع، خوش طبع اور ملنسار تھے، ان کی خندہ جبیں اور ان کے چہرہ کی مسکراہٹیں دوسروں کو خوش کرتی تھیں، بڑوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت، عاجزی وانکساری، خوش خلقی وخوش گفتاری، انتظام وانصرام کی خوش اسلوبی، حساب وکتاب کی درستگی وصفائی، ضیافت ومہمان نوازی اور ملنساری جیسے اوصاف نے آپ کو ایک فرد سے ایک شخصیت بنا دیا تھا: ؎

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تری حیات
تھی سراپا دین ودنیا کا سبق تری حیات

حافظ عبدالستار صاحب اگرچہ باضابطہ عالم نہیں تھے، مگر عالم گر ضرور تھے، تعلیم وتربیت کا ان کو خاص ملکہ تھا، چنانچہ ان کے شاگردوں میں کوئی شیخ الحدیث ہے، کوئی عمدہ مدرس، کوئی مدرسہ کا بانی ہے کوئی مہتمم، کوئی ڈاکٹر ہے تو کوئی انجینئر، دور نہ جائیے خود ان کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب کو دیکھ لیجئے، اللہ نے کتنے اوصاف وکمالات سے ان کو آراستہ کیا ہے، وہ ایک فرشتہ صفت انسان ہیں، خدا رسیدہ عالم دین ہیں، علم حدیث وفقہ پر ان کو دسترس ہے، ان کو تقریر وتحریر کا یکساں ملکہ ہے، مختلف فنون پر ان کی متعدد کتابیں ہیں، اصلاحی ودعوتی جذبہ کے پیش نظر ان کا ماہنامہ "نقوش اسلام" پابندی سے شائع ہوتا ہے، نئی نسل کی تعلیمی وتربیتی فکر کے نتیجہ میں بچوں کیلئے مرکز احیاء الفکر الاسلامی اور بچیوں کے لئے جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات کا قیام انہوں نے کیا ہے، غریبوں اور ناداروں کی خدمت کا جذبہ انہیں بے چین کئے رہتا ہے، ان کی ظاہری وباطنی خوبیوں کے پیش نظر کئی اولیاء نے ان پر توجہ خاص ڈالی ہے، ہمارے رائے پوری سلسلہ کے بزرگ مرشد گرامی حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب دامت برکاتہم نے بھی کچھ عرصہ قبل ان کو دستار خلافت سے نوازا ہے، جس کے نتیجہ میں مفتی صاحب قوم کو سلوک وتصوف کی راہ سے بھی آشنا کراتے ہیں، اللہ تعالی ان کی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔

ان کے نیک اعمال اور کارنامے رجیل موصوف کے اجر وثواب میں اضافہ کے باعث ہیں، حاصل یہ ہے کہ حافظ صاحب دنیا سے چلے گئے مگر ان کے اعمال کا میٹر مسلسل جاری ہے، ان کی روحانی ونسبی اولاد ان کیلئے ذخیرہ جمع کر رہی ہے، گویا کہ وہ زبان حال سے کہہ گئے ہیں: ؎

بجھنے سے پہلے میں نے جلائے ہیں کئی چراغ
جاری ہے روشنی کا سفر میرے بعد بھی

□□□□

﴿بقیہ پچھلے صفحہ ۴۰ رکا﴾ جس کی بنا پر آج وہ ایک عظیم شخصیت کے مالک ہیں، جن کے ماتحت دو ادارے چل رہے ہیں، جن کا نکاح ۱۹۹۹ء میں عالمی شخصیت اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سابق ناظم حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے پڑھایا اور ولیمہ بھی انہوں نے اپنے ذاتی خرچ سے کیا۔

وفات:

کئی سال سے سانس کا عارضہ تھا، کوئی خاص بیماری نہ تھی، بلکہ قضاوقدر کا فیصلہ تھا کہ ۱۷ر جولائی ۲۰۱۶ء کو مختصر علالت کے بعد واصل بحق ہو گئے، نماز جنازہ آپ کے شیخ واستاد حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری نے پڑھائی اور علماء، اکابر اور بزرگان دین کی موجودگی میں تدفین عمل میں آئی، اللہ تعالی مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

حضرت حافظ عبدالستار صاحبؒ گوناگوں صفات سے متصف

مولانا محمد یعقوب ندوی ناظم جامعہ خیرالنساء للبنات، پپلی مزرعہ، یمنا نگر ہریانہ

۱۷/ جولائی اتوار کے روز عصر کی نماز سے کچھ وقت پہلے یہ خبر سنکر کہ حضرت حافظ عبدالستار عزیزی صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، یقین نہ آسکا، پھر تھوڑی دیر بعد مسجد سے اعلان ہوا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالی موصوف کو غریق رحمت فرمائے، آہ وہ مرد مومن چل بسا، جس کے وجود سے حیرت کن ونفع بخش انجمنیں وجود میں آئیں، آپ کی سب سے بڑی انجمن ہمارے حضرت مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب ہیں، اور آپ بذات خود بہت سی خوبیوں اور کمالات کے مالک تھے۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گوناگوں صفات سے آراستہ وپیراستہ تھے، منکسر المزاج، تواضع وانکساری، تحمل وبردباری، مطالعہ کے عادی، پھر تجزیہ وتبصرہ اس انداز کا ہوتا کہ سننے والے نے بھی گویا پوری کتاب پڑھ لی ہو، اور حالات حاضرہ پر بہترین تبصرہ فرماتے، اور ''نقوش اسلام'' میں ایک کالم ''عالمی خبروں'' کا آپ ہی کا ہوتا تھا، آپ عصری ودینی تعلیم دونوں سے خوب اچھی طرح آراستہ تھے؛ لیکن علوم اسلامیہ کو اپنی زندگی میں فوقیت دے رکھی تھی، جس کا اندازہ چند لمحوں کی مجلس میں ہوجاتا تھا، کیونکہ آپ بہت ساری باتیں ایک ہی شعر میں کہہ دیا کرتے تھے، ایک بار آپ کی مجلس سے فیض یاب ہونے کے بعد دوبارہ ملاقات کا شوق رہتا تھا، تاریخ ہند پر اور ذات برادریوں پر آپ کا تبصرہ گویا کہ سینکڑوں کتابوں کا نچوڑ ہوتا تھا، اسی لئے اپنے معاصرین میں آپ مقالہ نگاری میں مشہور ومقبول تھے، اور علماء حضرات بھی آپ کے مقالوں کو عزت وشرف کی نگاہوں سے دیکھتے تھے، جہاں بڑے بڑے علماء مدعو ہوتے آپ کو بھی مدعو کیا جاتا تھا۔

بندہ ناچیز کی جب جب حضرت حافظ صاحب سے ملاقات ہوتی، تو بڑی خندہ پیشانی سے ملتے، گاؤں کی خیروعافیت بار بار پوچھتے رہتے، چونکہ آپ کی بڑی صاحبزادی کا عقد مسنون پپلی مزرعہ میں سرپنچ محمود چیئرمین کے بڑے بھائی کے فرزند محمد فرقان سے ہوا تھا، اس لئے گاؤں کے اکثر لوگوں کو جانتے تھے، سبھی کی خیریت پوچھتے تھے، کسی کی وفات کی خبر سناتا تو رلادینے والے اشعار سناتے، پھر علمی باتیں ہوتیں اور گفتگو کے بعد عجیب لطف محسوس ہوتا، بلکہ تعریف کرنے پر مجبور ہوجاتا، مثلاً بات چل گئی کہ علم کیا چیز ہے؟ تو آپ اس بات کو اتنے اچھے انداز میں سمجھاتے کہ دیکھو علم کچھ اور چیز ہے، اصل علم تو ''اللہ کا نور'' ہے، باقی سب وسائل وذرائع ہیں، یا ذریعہ معاش کہہ لو، اور کتابت وخطاطی اور عصری علوم یہ کچھ اور ہیں، وہ علوم نہیں ہیں، پھر اپنا واقعہ سناتے کہ میرے صاحبزادے کے لئے ایک مخلص مشیر نے مشورہ دیا کہ آپ کا لڑکا حافظ قرآن ہوگیا، ماشاءاللہ قاری قرآن بھی ہوگیا اور آپ کے بچے کی رائٹنگ بھی بڑی عمدہ ہے، اگر اسے کتابت کا کورس کرادیں تو بہت اچھا، بہت جلد نوکری بھی مل جائے گی، پھر کہتے تھے اللہ نے مجھے باشعور بنایا ہے، میں نے مشیر کار کی بات کو اس موقع پر اہمیت دی، مگر بعد میں بہت احساس ہوا، کیا میرے فرزند ارجمند (حضرت مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی) میں ان کو اور خوبیاں وصلاحتیں نظر نہ آئیں، پھر اگر میں اپنے فرزند کو صرف کتابت تک محدود کردیتا تو کیا آج تمہارے ہاتھ میں ''نقوش اسلام'' ہوتا؟ اگر میں کاتب ہی بنادیتا تو کیا فرزند کی تمناؤں، امنگوں، عزائم، مقاصد اور جذبات کی حق تلفی نہ ہوتی، یہ آپ کی بہت بڑی خصوصیت تھی، مشیر کی بات کو سمجھ لیتے کہ منشاء مشیر کیا ہے، گویا کہ آپ کے اندر افراد سازی ومردم سازی کی بھی بھرپور صلاحیت تھی، اور لوگوں کو سمجھنے اور ان کے فکری مستوی تک پہنچنے کی بھرپور صلاحیت تھی، ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حافظ صاحب کتنے دور اندیش آدمی تھے، اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے حضرت حافظ صاحبؒ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

اہل تعلق کے تعزیتی خطوط

والد ماجد حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزی رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۷/ جولائی ۲۰۱۶ء کو وفات کے بعد بہت سے مدارس کے ذمہ داران کو ایصال ثواب کے لئے خطوط لکھے تھے، ان میں سے جن حضرات کے جوابات آئے، وہ یہاں شامل اشاعت کئے جا رہے ہیں، بعض حضرات نے والد صاحب سے متعلق ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کی خصوصی اشاعت کے موصول ہونے کے بعد اپنے تأثرات اور تعزیتی کلمات بھیجے ہیں، ان کو بھی شامل کیا جا رہا ہے، اللہ تعالی تمام مخلصین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (ایڈیٹر)

محترم المقام جناب مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنجناب کے والد محترم کے سانحہ ارتحال کی خبر سن کر شدید رنج وغم ہوا، ان کے ابدی نیند سو جانے سے اہل خاندان کے درمیان جو خلاء پیدا ہو گیا اس کا پر ہونا ناممکن ہے، ان کی وفات ہمارے لئے ایک عظیم سانحہ ہے، لیکن اللہ تبارک وتعالی نے روز اول ہی سے ''كل نفس ذائقة الموت'' کا ایسا اصول بنا دیا ہے کہ جس سے کسی کو راہ فرار نہیں، موت ہم سب کا انجام ہے:

اَلْمَوْتُ كَأْسٌ كُلُّ نَاسٍ شَارِبُهَا

اَلْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَاسٍ دَاخِلُهَا

موت ایسا پیالہ کہ ہر انسان اس کا پینے والا ہے، قبر ایسا دروازہ ہے کہ ہر انسان اس میں داخل ہو کر رہے گا، نہایت ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو کہ پہلے سے اس کی تیاری رکھتے ہیں، موصوف بھی ان ہی میں سے ایک تھے۔

جامعہ بیت العلوم میں موصوف کو قرآن خوانی وکلمہ استغفار کے ذریعہ ایصال ثواب کیا گیا، انشاء اللہ آئندہ بھی ایصال ثواب کا سلسلہ جاری رہے گا، دعا ہے کہ باری تعالی موصوف کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور درجات کو بلند فرما کر کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

غمگسار آپ کا مخلص

(مولانا) محمد الیاس مفتاحی قاسمی

مہتمم جامعہ اسلامیہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، ہریانہ

عزیز گرامی جناب مفتی مسعود عزیزی صاحب

خلف الرشید جناب حافظ عبدالستار صاحب مرحوم زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا جوابی کارڈ ملا، جس میں جناب حافظ عبدالستار صاحب عزیزی مرحوم کیلئے قرآن خوانی کے بعد ایصال ثواب ودعاء مغفرت کیلئے تحریر ہے۔

عزیز گرامی جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں مرحوم کے لئے اگلے ہی دن بعد نماز فجر تمام طلباء واساتذہ نے قرآن مجید کثیر تعداد میں ختم کر کے مرحوم کیلئے ایصال ثواب ودعائے مغفرت کی تھی، جنازہ میں فدوی اپنی بیماری کی وجہ سے شرکت نہ کر سکا، جس کا قلق ہے، جوابی کارڈ آنے کے بعد پھر مرحوم کے لئے قرآن مجید پڑھوا کر ایصال ثواب ودعائے مغفرت کی گئی، اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرما کر اعلی علیین میں جگہ عنایت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے آمین، مرحوم ذمہ داریوں کو مستعدی سے انجام دینے والے بااخلاق، طلباء پر شفیق، نظام مدرسہ کے پابند اور صحیح مشیر تھے، اب وہ اللہ کو پیارے ہو گئے، جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ سے سبکدوشی کے بعد بھی انکا تعلق جامعہ سے برابر رہا، اور جامعہ کی ترقیات کو بنظر تحسین ہمیشہ دیکھتے تھے، اور ہم خوردوں پر ان کی خورد نوازی ہمیشہ دیکھنے کو ملتی تھی، اللہ انہیں کروٹ کروٹ چین نصیب فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائیے، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین، دعاؤں میں ضرور شامل فرمائے اور مرحوم کے روابط کو بحال رکھنے کی کوشش فرمائیں۔ والسلام

احقر محمد اختر عفی اللہ عنہ

مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

عزیز محترم مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، آپ کا رسالہ ''نقوش اسلام'' ملا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے والد محترم حافظ عبدالستار عزیزی واصل بحق ہوگئے، اللہ مغفرت فرمائے (آمین) ماں باپ کا سایہ انسان کے لئے بہت بڑی نعمت ہے، جس سے آپ محروم ہوگئے، میں ذاتی طور سے تو آپ کے والد صاحب کو نہیں جانتا تھا، آپ کے رسالہ میں مختلف مضامین پڑھ کر اندازہ ہوا کہ مرحوم حافظ صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، اور سب سے بڑی نیکی صدقہ جاریہ تو آپ ہیں اور دوسری اولادیں جو ان کو تاحیات ایصال ثواب کرتی رہیں گی، مدرسہ اصلاح الفکر میں ایصال ثواب بھی کرادیا ہے، اللہ تعالی جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے، عذاب قبر سے حفاظت فرمائے۔ آمین، والسلام مع الکرام

احقر العبد

ممتاز احمد قاسمی

مہتمم مدرسہ اصلاح الفکر

ونائب صدر جمعیۃ علماء ہماچل، ہریانہ، پنجاب، شملہ

□□□□□□

مکرم ومحترم گرامی قدر ومنزلت

حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب مدفیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ بفضل الٰہی بخیر ہوں گے، میں بھی الحمدللہ بفضل اللہ بخیر ہوں۔

بعدہ عرض ہے کہ جب میں نے رسالہ ماہنامہ ''نقوش اسلام'' پڑھا تو معلوم ہوا کہ والد محترم حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزی اپنے پروردگار کے پاس چلے گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

واقعتاً جب حادثہ وفات کا علم ہوا تو بہت ہی رنج وغم ہوا، اللہ تعالی ان کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں داخل فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ''اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ ونور قبرہ وادخلہ الفردوس'' جب رسالہ کے اندر ان کے حالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ والد محترم یقیناً بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔

الحمدللہ مدرسہ کے اندر قرآن خوانی کرا کر ایصال ثواب کرادیا گیا، اللہ قبول فرمائے، دعوات صالحہ میں یاد فرمائیں، جزاک اللہ خیراً۔

بندہ

مفتی احمد رمضانی بن صدیق سندھی

خادم مدرسہ نور الاسلام پولن بازار، گودھرا، گجرات

□□□□□□

واجب الاحترام حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے، نقوش اسلام کے شمارے سے معلوم ہوا کہ آپ کے والد گرامی حضرت حافظ عبدالستار صاحب اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون، پہلے والدہ کا غم پھر والد صاحب کا غم یہ غم بالائے غم ہے، اللہ تبارک وتعالی صبر کی توفیق عطا فرمائے، اور حضرت حافظ صاحب کا بزرگان دین سے جو تعلق تھا وہ اظہر من الشمس ہے، ان کے جانے سے یقیناً ایک بڑا خلا پیدا ہوا، ایسے مخلصین دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں، اللہ تعالی آپ کو سچا جانشین بنائے، اور آپ کی تمام خدمات کو قبول فرما کر صحت وعافیت نصیب فرمائے، ہم سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں، ادعیہ صالحہ میں یاد شاد فرمانے کی درخواست ہے۔

فقط والسلام

عبدالحق دیوان عفی عنہ

امام وخطیب جامع مسجد لاجپور، گجرات

□□□□□□

برادر عزیز مکرم جناب مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے، آپ کے والد صاحب مرحوم کے سانحہ ارتحال کی خبر ''البعث الاسلامی'' کے ذریعہ معلوم ہوگئی تھی، الحمدللہ اسی وقت

ایصال ثواب کی توفیق بھی ہوئی، اب یہ پوسٹ کارڈ بھی ملا، مدرسہ میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، اللہ تعالی مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے، میری طرف سے اور تمام اساتذہ وکارکنان کی طرف سے تعزیت قبول فرمائیں، آپ سے بھی خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ والسلام

قاضی عبداللہ ندوی

خادم مدرسۃ الفلاح، اندور

□□□□□□

محترم المقام جناب مولانا مفتی محمد مسعوعزیزی صاحب

زید مجدکم العالی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کے ارسال کردہ خط کے ذریعہ والد بزرگوار حافظ عبدالستار صاحب عزیزی رحمہم اللہ تعالی کے انتقال کی خبر پڑھ کر انتہائی احساس ہوا، لیکن اللہ سبحانہ کے فیصلہ میں کسی کو چوں وچرا کی گنجائش ہی نہیں ہے، والد صاحب کا سایہ اٹھ جانا بہت بڑی محرومی ہے، اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے اور رفع درجات فرمائے، آمین، آپ کے فرمان کے مطابق الحمدللہ قرآن خوانی کراکر اور وظیفہ یومیہ اور ذکر کے بعد الحمدللہ ایصال ثواب کرایا گیا ہے، اور الحمدللہ برابر ہو رہا ہے، آپ سے مخلصانہ درخواست ہے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالی اخلاص سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مدرسہ کی تعلیمی وتعمیری تمام تر ضروریات کا غیب سے انتظام فرمائے، انشاء اللہ حاضر خدمت ہوں گا، فقط آپ کا مخلص، دعا گو!

عبدالرشید مظاہری

مہتمم مدرسہ فیضان رحیمی مرزاپور

□□□□□□

محترم المقام عالی جناب!

مولانا مسعود عزیزی ندوی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کے والد گرامی کی خبر تو مل گئی تھی، بندہ نے آپ کو میسیج بھی کیا تھا، مدرسہ میں قرآن خوانی کا بھی اہتمام کرا دیا گیا، جناب کی یاد فرمائی کا شکریہ، دعوات صالحہ میں یاد رکھنے کی درخواست ہے۔

والسلام

ابوالحسن ارشد کاندھلوی

مہتمم مدرسہ سلیمانیہ، کاندھلہ

□□□□□□

عزیز گرامی قدر جناب

مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی صاحب سلمہم اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے، یہ جان کر از حد دکھ ہوا کہ آپ کے والد محترم کا سانحہ انتقال پیش آ چکا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالی مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، اور آپ کو نیز مرحوم کے تمام متعلقین کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔

ہمارے مدرسہ سے آپ کا تعلق رہ چکا ہے، اس لئے مرحوم کے لئے ایصال ثواب ایک طرح کے حق جیسا ہے، انشاء اللہ اس کے لئے خصوصی نظم کیا جائے گا۔

ہم تعزیتی کلمات اس لئے نہیں لکھ رہے ہیں کہ ماشاء اللہ! آپ تو ایک جید عالم دین اور غالبًا ہم سے زیادہ ان وعدوں سے واقف ہیں جو صبر جمیل اختیار کرنے والوں کے حق میں احادیث میں کئے گئے ہیں، امید ہے کہ دعاؤں میں یاد رکھیں گے، والسلام

(مفتی) راشد حسین ندوی

مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور

تکیہ کلاں، رائے بریلی، یوپی

□□□□□□

مکرمی جناب مولانا مفتی محمد مسعود صاحب عزیزی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حافظ عبدالستار صاحب عزیزی مرحوم کے لئے قرآن کریم پڑھوا کر ایصال ثواب کرا دیا ہے، خداوند کریم مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس

میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین، اللہم آمین، فقط۔

محمد عبداللہ غفرلہ
بن مفتی راشد اللہ بجنوری
تعلیم القرآن محلّہ خانقاہ، دیوبند

□□□□□□

مکرمی ومحترمی جناب مولانا مسعود عزیزی ندوی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، آپ کے خط کے ذریعہ بروز ہفتہ والد محترم حافظ عبدالستار صاحب کی وفات کی المناک خبر ملی "واللّٰہ غالب علی امرہ، وسع کل شئ علما، إن للّٰہ ماأخذ ولہ مااعطی و کل شئ عندہ لأجل مسمیٰ"۔

اللہ کے ابدی فیصلے کے تحت بے چوں وچرا سرِتسلیم خم کرنا ہی صحیح العقیدہ، سلیم الفطرت انسان کا شیوہ ہے، مرحوم گوناگوں صفات کے حامل تھے، داعی دین، بلندی اسلام کے لئے کوشاں رہتے تھے، اور آپ والا کو علوم نبوت سے آراستہ کرکے اپنے اس فریضہ کو اور اپنے مشن کو آگے بڑھایا ہے، جب تک آپ ان مفوضہ امور میں لگے رہیں گے اور اپنی بیش بہا خدمات کے لئے ملت اسلامیہ کی رہنمائی ورہبری کرتے رہیں گے مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ، ذخیرہ آخرت ہوگا، خط پڑھتے ہی مدرسہ میں ایصال ثواب ودعا کا اہتمام کرایا گیا اور طلبہ سے انفرادی طور پر بھی اپنی دعاؤں میں مرحوم کو یاد کرنے کی درخواست کی گئی، اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، تمام متعلقین وپسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، مدرسہ بیت العلوم سندگی اور ماہنامہ ''صفا کا پیغام'' آپ کے غم میں شریک ہیں، اور اپنے عملہ کی جانب سے تعزیت پیش کرتے ہیں اور مرحوم کے بلندی درجات کے لئے دعا کرتے ہیں۔

محمد داؤد ندوی
خادم مدرسہ بیت العلوم سندگی
ونائب مدیر صفا کا پیغام سندگی

بخدمت محترم مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ بفضلہ تعالیٰ آپ بعافیت ہوں گے، اطلاعاً عرض ہے کہ آپ کا خط ملنے کے بعد ہم نے مدرسہ تعلیم القرآن مسجد حاجی لنگا میں ایصال ثواب کیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آپ کو اور دیگر اہل واقارب کو صبر نصیب فرمائے، آمین

محمد قاسم رحیمی
خادم مدرسہ تعلیم القرآن
سیکٹر نمبر ۳، آر کے پورم، نئی دہلی

□□□□□□

محترم ومکرم مسعود بھائی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''نقوش اسلام'' آج موصول ہوا اور حضرت حافظ عبدالستار عزیزی رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ پاک سے التجا ہے کہ حضرت کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

ہماری جانب سے تعزیت قبول فرمائیں اور جملہ احباب کی خدمت میں بھی تعزیت پیش کردیں، ممنون ہوں گا۔

آپ کا
طالب دعا محمد عثمان
پروجیکٹ منیجمنٹ کونسلٹیٹ، سکندرآباد

□□□□□□

مکرمی ومحترمی مسعود عزیزی صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمد للہ بعافیت ہیں اور آپ کے اہل خانہ کی خیریت کے خواہاں ہیں، والد محترم کی خبر وفات آپ کے خط وتعمیر حیات کے کالم وفیات پڑھ کر صدمہ ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ کے اٹل فیصلہ کو ٹالنا ممکن نہیں، لہٰذا اس کو بخوشی قبول کرنے کے علاوہ چارہ نہیں، ہم آپ کے غم میں شریک ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت

فرمائے، اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، کہ مومن بندہ کا محبوب شی کی جدائی پر صبر خود جدا ہونے والے کیلئے زیادہ قیمتی ہے، اس موقعہ پر آپ نے دعاء مغفرت کے لئے تحریر فرمایا ہے، لہٰذا ہم سب اللہ تعالی کے حضور دست بستہ مرحوم کے لئے مغفرت کے طالب ہیں، آپ کی ندوۃ العلماء کی طرف نسبت آپ کے اہل علم اور مرکز احیاء الفکر الاسلامی کی صدارت آپ کے اہل فکر ہونے کا واضح ثبوت ہے، اللہ تعالی آپ کے علم کو نافع، اور آپ کے فکر کو امت مسلمہ کو راہ مستقیم پر چلنے کا ذریعہ بنائے، آمین، آپ کے والد نامہ کا یہ جزء قرآن کرم پڑھ کر رنج یقیناً قید اتفاقی ہوگا احتر ازی نہیں، دعا کہ اللہ تعالی آپ کو اور آپ کے اہل خانہ عافیت دارین عطا فرمائے، بندہ ناچیز آپ کی دعاؤں کا خواہستگار رہے۔ والسلام

عمران ذاکر سنبھلی

خادم مدرسہ مدینۃ العلوم

وانجمن معاون الاسلام، سنبھل

□□□□□□

جن حضرات نے بعد میں فون پر تعزیت کی:

والدصاحب کی وفات کی اطلاع جن حضرات کو ''نقوش اسلام'' کے ذریعہ ہوئی، پھر انہوں نے بذریعہ فون تعزیت کی وہ حضرات یہ ہیں: مولانا نذیر احمد صاحب ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، حافظ فخر الدین صاحب بھلپورہ، یمنا نگر ہریانہ، انجینئر الحاج محمد عثمان صاحب حیدرآباد۔

اور بعد میں تعزیت کے سلسلہ میں تشریف لانے والے حضرات: مولانا عبدالرشید ندوی ممبئی، ڈاکٹر محمد خالد صاحب باندرہ، ممبئی۔

□□□□□□

جن رسائل نے انتقال کی خبر شائع کی:

دو ماہی نقوش طیباب (بھٹکل)

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' سہارنپور کے ایڈیٹر مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی کے والد بزرگوار کے انتقال پر ملال سے سخت رنج ہوا، اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرما کر اپنے یہاں درجات عالیہ سے نوازے۔

سہ ماہی متاع کارواں بھگوان پور (ہریدوار)

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد کے رئیس حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کے والد جناب الحاج حافظ عبدالستار عزیزی بھی اچانک وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ صاحب مرحوم متعدد خوبیوں کے حامل ایک خدارسیدہ انسان تھے، ان کی اولاد واحفاد میں ماشاء اللہ علماء، قراء اور حافظ شامل ہیں، جو مرحوم کے لئے بھی بہترین صدقہ جاریہ ہے، اللہ پاک انہیں اپنا جوار خاص مرحمت فرمائے، اور تمام متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

اسی طرح ماہنامہ ''ندائے شاہی'' مرادآباد، ماہنامہ ''صدائے حق'' گنگوہ نے بھی وفات کی خبر شائع کی، اللہ تعالی تمام محبین ومخلصین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

وفیات

۞ ۱۷راگست ۲۰۱۶ء بروز منگل معہد البناء شہید (بھٹکل) کے ناظم مولانا محمد ناصر اکرمی صاحب کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۞ ۲۵ر ستمبر ۲۰۱۶ء اتوار کے روز دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مفتی اعظم مولانا ظہور احمد ندوی کا انتقال ہوگیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی صاحب ایک بہت بڑے فقیہ اور متبحر عالم دین تھے، مفتی صاحب مفکر ومدبر ہونے کے ساتھ ساتھ تواضع وانکساری میں بے مثال تھے۔

۞ ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی سابق گورنر ہریانہ ۲۴راگست ۲۰۱۶ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

قدوائی صاحب ایک اچھے انسان ہونے کے ساتھ مدارس ومکاتب کے خیرخواہ بھی تھے، اللہ تعالی انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

۞ حضرت مولانا جان محمد صاحب میرٹھی مہتمم مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کا انتقال ہوگیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۞ منشی اللہ بخش صاحب پپلی مزرعہ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ صوم وصلاۃ کی پابند تھیں۔

نقوش اسلام کے تمام قارئین سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت اور بلندی درجات کی درخواست ہے۔

□□□□□□